جزئیات مزعومہ عقائد کا غرور باطل اور عمل صالح کا نسیان واعراض:

افسوس جزئیاتِ مزعومہ عقائد کے غرورِ باطل نے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا کسی چیز نے نہیں پہنچایا۔ عملِ صالح کی اہمیت بالکل جاتی رہی اور سارا دارومدار چند مزموعہ عقائد پر آکر رہ گیا۔ ایک شخص صرف اس غرور میں کہ میں "الف" سے لیکر "ی" تک ٹھیک ٹھیک عقائد نسفی کا مجسمہ ہوں، تمام مسلمانوں کو حقیر و گمراہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عملِ صالح اور ایثار و محبت فی اللہ کوئی شے نہیں۔ ایک شخص تقویٰ و طہارت میں کتنا ہی اصلح ہو، لیکن اگر کسی ایک جزئی و ضمنی عقیدہ میں بھی مخالف ہوا، تو اس کی ساری عمر کی کمائی رائیگاں گئی، اور باوجود عمر بھر کے ایمان و عمل صالح کے کافر کا کافر ہی رہا۔ جس کلمہ کے ایک بار اقرار کرلینے سے ابوسفیان اعدیٰ عدوے اسلام اور وحشی قاتلِ حمزہ کا خون حرام ہوگیا تھا! اور اگر ابوجہل بھی اقرار کرلیتا تو اس کی ساری عمر کا کفر و طغیان محو ہوجاتا، آج ساری عمر اس کے ایمان و عمل میں بسر کردیجئے لیکن پھر بھی مومنوں کے گروہ میں شمار ہونے کا حق حاصل نہیں کرسکتے! افسوس تیرہ سو برس گذر گئے مگر کفر و ایمان کی گتھی آج تک نہ سلجھی۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

ماہنامہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

ستمبر ۲۰۱۶ء / ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگــــــارشــات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

قربانی کا مقصد و پیغام

محمد ایوب اثری

(لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہونچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہونچتی ہے۔

اہل جاہلیت بیت اللہ کو اونٹوں کے گوشت اور خون سے لت پت کر دیا کرتے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاںنثار ساتھیوں نے کہا کہ ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ بیت اللہ پر قربانی کے جانوروں کے خون کے چھینٹے ماریں تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی کہ اللہ تک نہ ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہونچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہونچتی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم)

قارئین کرام: قربانی کئی چیزوں کی ہوتی ہے مثلاً جان کی قربانی، مال کی قربانی، اور وقت کی قربانی، اور اس کے علاوہ بہت سی قربانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بندوں کی طرف سے حسب وقت وضرورت مطلوب ہیں لیکن آیت کریمہ کی روشنی میں مہینے اور وقت کی مناسبت سے جس قربانی کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ ہے مال کی قربانی بشکل حلال جانور کیونکہ حدیث میں لفظ ''تضحیۃ'' یعنی ''اہراق الدم'' خون بہانا مقصود ہے نہ کہ حسب استطاعت وحیثیت قربانی نہ کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دینا اس سے قربانی کا مقصود جو شریعت کو مطلوب ہے قطعاً حاصل نہ ہوگا کیونکہ قربانی کا جانور ذبح کرنا رکن قربانی ہے جو قربانی کرنے سے ہی ادا ہوگی

اس سلسلے میں فقہی ضابطہ یہ ہے کہ وجوب کا تعلق جب کسی معین فعل کے ساتھ ہو تو کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ایام نحر میں چونکہ خون بہانا یعنی جانور ذبح کرنا ہی واجب ہے اس لئے جانور کا صدقہ کر دینا یا اس کی قیمت کو کسی رفاہی ادارہ میں دینا قربانی کا بدل نہیں ہوسکتا۔

آیت میں اللہ نے گوشت، خون اور تقویٰ کا ذکر کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ اول الذکر دو چیزیں گوشت اور خون ان میں سے کوئی چیز اللہ کو نہیں پہونچتی اور اللہ کو اس کی حاجت بھی نہیں، ہاں اس معاملہ میں بندوں کی طرف سے جو چیز اللہ کو پہونچنی چاہئے یا پہونچتی ہے وہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور ہم یہ بات اور عقیدہ اچھی طرح سے ذہن نشین اور راسخ کرلیں کہ بغیر تقویٰ و پرہیزگاری کے ہمارا کوئی بھی عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے جیسا کہ رب العالمین کا فرمان ہے: (اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ) اس آیت کے پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک درس ملتا ہے کہ ایک معاملہ کے تصفیہ کے سلسلے میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں یعنی ہابیل اور قابیل نے اللہ کے لئے اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں اور یہ دنیا کی سب سے پہلی قربانی تھی جو پیش کی گئی ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی نامقبول اور اس وقت قبول ہونے کی یہ علامت تھی کہ آسمان سے آگ آتی اور جس کی قربانی کو کھا جاتی تو گویا اس کی قربانی رب کے دربار میں مقبول ہوگئی اور جس کو نہ کھائی گویا وہ

مقبول نہ ہوئی تو ہابیل کی قربانی جو اخلاص وللّٰہیت پر مشتمل تھی قبول ہوئی اور قابیل کی نذر جو اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر نہ تھی قبول نہ ہوئی گویا عمل کے قبول ورد کا معیار اللہ کے نزدیک تقویٰ پرہیزگاری واخلاص وللّٰہیت ٹھہرا اور اس ضابطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ان اللہ لا ینظرالی اجسامکم ولا الیٰ صورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم واعمالکم“.(مسلم) بے شک اللہ تمہارے جسموں اور شکلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔یعنی عمل کیسا ہے اور کس بنیاد پر یہ اعمال کئے جارہے ہیں ان میں کیا کیا عوامل کارفرما ہیں امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالدرداءؓ کا قول بیان کیا ہے کہ اگر مجھے یہ یقین ہوجائے کہ اللہ نے میری ایک نماز قبول فرمالی ہے تو یہ بات مجھے دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ عزیز ہوگی اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول فرماتا ہے۔(الدرالمنثور)

آج کل لوگ بڑے بڑے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اگر اس میں ریاء ونمود کا شائبہ نہ ہو تو بہتر ہے لیکن اگر اس عمل کے ذریعہ ریاء ونمود مقصود ہے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں عیدالاضحیٰ کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم محض چند جانوروں کی قربانیاں کردیں اور زرق برق لباس پہن کر عیدگاہ میں جاکر دو رکعت نماز پڑھ لیں اور سمجھ لیں کہ بس عید قرباں منالی۔اس عظیم الشان تاریخی دن کا مقصود یہ ہے کہ اپنے اندر تقویٰ، اخلاص اور ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کریں کیونکہ یہ دن ہر سال کے بعد صرف اس لئے آتا ہے کہ ہمارے اسلامی جذبات سال بہ سال تازہ ہوتے رہیں اور قربانی کی تازہ روح ملتی رہے جو قوموں کی زندگی کا سرمایہ ہے۔

قربانی کا مقصد صرف خون بہانا اور گوشت کھانا نہیں ہے بلکہ اس قربانی کا مقصد حقیقی یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اپنے اندر قربانی کے حقیقی جذبے کو زندہ کرلے اور یہ تصور کرلے کہ جانور کی گردن پر چھری چل رہی ہے وہ صرف ایک جانور ہی کو ذبح نہیں کررہی ہے بلکہ ماسوی اللہ کی محبت، جان ومال اور دیگر متاعِ عزیز کو ذبح کررہی ہے اور قربانی کرنے والا یہ خیال کرے کہ اگر اس کا دین اس سے کوئی قربانی چاہتا ہو تو وہ اللہ کی راہ میں اپنی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرے گا اگر اس کا دل قربانی کرنے کے وقت اسی جذبۂ صادق سے معمور ہے تو اس کی قربانی جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی بارگاہ رب العزت میں قبول کرلی جاتی ہے۔

اسی طرح سے عیدالاضحیٰ کا حقیقی پیغام تو یہ ہے کہ ہم اس عید کی تاریخ کو یاد رکھیں اس لئے کہ عید الاضحیٰ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کی مثالی زندگی کو یاد رکھنے ہی کا نام ہے اس عید کا حقیقی پیغام تو یہ ہے کہ مؤمن کی زندگی میں ہر قسم کی قربانی مطلوب ہے اور ہر قربانی میں اخلاص وللّٰہیت مطلوب ہے اور جو قربانی اخلاص کے بغیر ہوگی اس کی قبولیت عنداللہ ناممکن ہوگی اور کسی بھی آدمی کا ذکر خیر اس کے حسن عمل اخلاص وللّٰہیت اور اس کی قربانیوں ہی کی بنیاد پر تابندہ رہتا ہے قربانی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سا ایماں اور اسماعیل علیہ السلام کی سی حکم باری تعالیٰ کی اطاعت و تابعداری اور جذبۂ فدائیت اور ہاجرہ علیہا السلام سا توکل علی اللہ کا جذبہ ہمارے اندر پیدا ہو۔کیونکہ دنیا کا کوئی نظام بغیر ایثار وقربانی کے زندہ نہیں رہ سکتا قوموں کے عروج وبقا کیلئے قربانی ناگزیر اور ضروری ہے دنیا میں سرداری وسربلندی سے وہی قوم ہم کنار ہوتی ہے جس کے اندر ایثار وقربانی کا جذبہ بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو ہر نیک عمل میں اخلاص وللّٰہیت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

چیچنیا کی کانفرس

اھل الاھواء کی چنتن بیٹھک

محمد مقیم فیضی

عیدالاضحیٰ کی آمد آمد ہے عشرۂ ذوالحجہ شروع ہونے والا ہے، ان عظیم ایام سے ابراہیم خلیل اللہ کی بے شمار یادیں جڑی ہوئی ہیں، وہ ایک ایسے معاشرے میں پروان چڑھے جو پوری طرح سے اللہ کی معرفت گم کر بیٹھا تھا، توحید سے بیزار اور شرک سے گہرا یارانہ جوڑے ہوئے تھا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین اور وحی الٰہی کی تعلیمات پورے طور پر اجنبی ہوچکی تھیں، معاشروں پر اللہ تعالیٰ کے قانون کی بجائے مختلف تکیوں، آستانوں اور اکھاڑوں کی اجارہ داری قائم ہوچکی تھی اور دنیا انہیں کے اشاروں پر ناچ رہی تھی، اللہ تعالیٰ کے استدراج اور عطا کردہ مہلت سے دھوکہ کھائے ہوئے بہت سے بددماغ جگہ جگہ خدا اور رب بنے بیٹھے تھے، توحید کی دعوت اور اعلان حق اس زمانے میں بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دینے کے مترادف تھا بلکہ اس سے بڑھ کر جان، مال، عزت آبرو سب کچھ داؤ پر لگ جانے والی تھی مگر سلام اس جان پاک پر کہ جس کا نام ابراہیم تھا، جو اس بے قابو معاشرے اور ان نا مساعد حالات کے باوجود اپنی وفاداریوں کی حیرت انگیز تاریخ رقم کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور محبت کی دنیا کے سب سے عجیب وغریب کارنامے وجود میں آنے لگے اور بالآخر کامیابی وکامرانی اسی کے حصے میں آئی اس کے دشمن خائب وخاسر ہوئے اور اسے اپنے بعد آنے والے سارے متقیوں اور اہل حق کا امام بنادیا گیا، ان کے بعد حق وباطل کی معرکہ آرائیوں کی یہ تاریخ اپنی شاندار روایتوں کے ساتھ آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ حق کا عَلَم اماموں کے امام سیدالاولین والآخرین امام المرسلین ورحمۃ العالمین محمد عربی ﷺ کے ہاتھوں میں آیا اور ان کی جانفشانیوں وجانثاریوں اور وفاداریوں کے رنگا رنگ بلکہ ہمہ رنگ مظاہروں کا کیا پوچھنا جن کے لئے مقام محمود خود رب العالمین نے مقرر فرمایا ہو یہاں تک کہ سارے انصاف پسندوں کو برملا یہ کہنا پڑا کہ: ”بلّغ الرسالة، وأدّى الأمانة, ونصح الأمّة وجاهد في الله حقّ جهاده“ پیغام رب پہنچادیا، امانت ادا کردی، امت کی خیرخواہی فرمائی، اور اللہ کی راہ میں ایسے جہاد کیا جیسے جہاد کرنے کا حق ہے۔ ان کے بعد حسب فرمان: ائمہ ہدی اور ائمہ ضلال کا تاریخ وار اور مرحلہ وار نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل پڑا، جب تک دور نبوت سے قربت رکھنے والے قرون جنھیں خیرالقرون کہا جاتا ہے کے ایام تھے ائمہ ہدی کی کثرت اور ان کا غلبہ تھا ائمہ ضلال مغلوب ومقہور اور عوام وخواص میں مردود نامقبول تھے، مگر جیسے جیسے زمانۂ نبوت سے بعد بڑھتا گیا اور خیرالقرون کے ایام رخصت ہوئے حسب ارشاد صادق ومصدوق اسلام کی غربت بڑھتی گئی اور ائمہ ہدی کی آواز بدعت وضلال کے نقار خانے

میں طوطی کی آواز کی طرح غیر مسموع ہوتی گئی اور پیمانے بدل گئے سنت بدعت اور بدعت سنت ہوتی گئی سچوں کو جھوٹا اور جھوٹوں کو سچا سمجھا گیا، امانتدار خائن گردانے گئے اور خائنوں کو امانتداری کا تمغہ دیا جانے لگا اور تمام چھٹ بھیے بڑی بڑی باتیں کرنے لگے اور ہر آنے والا دن نئے نئے فتنوں کی برآمدات کے ساتھ طلوع ہونے لگا، نیرنگیوں اور عجائبات کی کثرت نے توقعات اور خدشات کا دائرہ اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ اب کم کم ہی کسی بات پر حیرت ہوتی ہے۔ ان دنوں ۲۵ ر اگست ۲۰۱۶ء کو منعقد ہونے والی گروزنی کی اہل سنت والجماعت کانفرنس کا عالم اسلام میں بڑا چرچا ہے جس کے پس پردہ سرپرست روسی سربراہ ولادیمیر پوتن اور ایرانی سربراہ خامنئ اور پیش پردہ سرپرست پوتن کے سیاسی لے پالک جناب رمضان احمد قدیروف صاحب ہیں جو بدقسمت چیچنیا کے صدر ہیں اور اس کے منتظم اعلیٰ سلطانوں کے حاشیہ نشین صاحب دستار صوفی حبیب بن علی جفری صاحب ہیں اور یہ کانفرنس الجزیرہ کے صحافی احمد سلیط کے بقول: ''ایسے وقت میں منعقد ہوئی ہے جبکہ اہل سنت بے جماعت اور عالم اسلام میں سنی اکثریت والے علاقے سلطان اور اس کے مفتیوں کے باعث بے گھر و بے وطن ہو گئے ہیں اور قتل و غارت گری قید و بند اور بے پناہ ظلم و استبداد کا سامنا کر رہے ہیں اور یہ سب انھیں سرکاری ایجنسیوں اور ملیشیاؤں کے ظالم و خونخوار ہاتھوں سے انجام پا رہا ہے جو کانفرنس کی سرپرستی کر رہی ہیں، تا کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق، اور انتہا پسندی و خونریزی کو مزید فروغ حاصل ہو اور امت ایک بے فائدہ کلامی جدال میں مشغول ہو جائے'' اور عالم اسلام کے مشہور اسکالر شیخ یوسف قرضاوی صاحب جو کافی روشن خیال اور وسیع المشرب تسلیم کئے جاتے ہیں اس کانفرنس اور اس کی قراردادوں پر تنقید کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں جسے ان کی سائٹ پر نشر کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ: ''یہ ضرار کانفرنس ہے، اس کانفرنس نے اپنے اغراض و مقاصد اور عنوان دونوں اعتبار سے مجھے اور اسلام اور امت کے تمام مخلص و غیور علماء کو بے چین کر دیا ہے، مزید فرمایا کہ اس کانفرنس کے اختتامی بیان میں اسلام سے منحرف فرقوں کے مقابلے میں جن کی سیاسی تائید و حمایت میں عالمی قوتیں کھڑی ہیں اور مال اور اسلحوں سے ان کی مدد کر رہی ہیں تمام اہل سنت والجماعت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور لانے کی بجائے اہل حدیث اور سلفیوں ہی کو اہل سنت کے دائرے سے باہر کر دیا گیا ہے جبکہ وہی اہل سنت والجماعت کے ڈھانچے کا اساسی و مرکزی مواد ہیں۔

قرضاوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے خود کو اہل سنت والجماعت کا نمائندہ نامزد کر رکھا ہے ہم نے ان کی زبانی ایران اور ان کے دم چھلوں نے یعنی حزب اللہ کی ملیشیاؤں نے سیریا میں اور حوثیوں نے یمن میں جو خونریزی، قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی اور اہل سنت کے بالکلیہ صفایا کی کاوشوں کا طوفان کھڑا کر رکھا ہے اس کے خلاف ایک لفظ اعتراض کا نہیں سنا اور ایران اور اس کے پچھ لگوؤں کی طرف سے افریقہ اور ایشیا کے مختلف علاقوں میں اہل سنت کو گمراہ کرنے کے لئے جو دعاۃ روانہ کئے جا رہے ہیں اس پر ان کی زبانیں پوری طرح گنگ ہیں، اسی طرح روس اور اس کی ہمنوائی کرنے والوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف ان کی زبانوں سے تنقید کا کوئی لفظ نہیں نکلا ہے۔

شیخ قرضاوی نے اس کانفرنس کی نمایاں شخصیتوں کو شاہی

علماء اور شیوخ عار کا لقب دیا ہے جنھوں نے روس اور اس کے دم چھلوں کی طرف سے مسلمانوں کی ظالمانہ اور سفاکانہ خونریزی پر چپ سادھ رکھی ہے اور ہماری عربی دنیا کے ڈکٹیٹروں کی جے بولتے رہے اور انہیں مسلمانوں کا خون بہانے پر آمادہ اور راغب کرتے رہے ہیں۔ سعودی عرب کی امام محمد بن سعود یونیورسٹی کے دراسات علیا (ہائیر ایجوکیشن) کے پروفیسر اور سپریم علماء کونسل (ھیئۃ کبار العلماء) کے سابق رکن عبداللہ بن علی رکبان نے چیچنیا کی راجدھانی گروزنی میں حالیہ ماہ منعقد ہونے والی اہل سنت کانفرنس کو اپنی سخت تنقیدوں کا نشانا بناتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کانفرنس مسلمانوں بالخصوص اہل سنت کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی ایک کاوش کے سوا اور کچھ نہیں ہے، رکبان نے القناۃ نامی چینل کے ''الجواب الکافی'' نامی پروگرام کے تحت فرمایا کہ شرکائے کانفرنس کے اغراض ومقاصد اور ان کا مکتب فکر واضح اور ان کا بدعتی رجحان مشہور ومعروف ہے، اور شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ جن کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں وہ بھی ڈھکے چھپے نہیں ہیں، انھوں نے اس بات کو بڑی تاکید کے ساتھ ظاہر کیا کہ شرکائے کانفرنس میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو فریب خوردہ ہیں اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ کس مقصد کے تحت انہیں یہاں بلایا گیا ہے۔ مشہور جزائری مفکر مالک انور صاحب نے چیچنیا کی کانفرنس میں مملکت سعودی عرب کو نظر انداز کئے جانے کی مذمت کرتے ہوئے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر واضح کیا ہے کہ جو بھی اسلامی کانفرنس سعودی عرب کی نمائندگی کرنے والوں کو مستثنیٰ کردے گی وہ محض کار عبث شمار ہوگی اور مسلمانوں کے درمیان اس کی ادنیٰ تاثیر اور قیمت نہیں ہوگی، کیونکہ مملکت سعودی عرب کی نمائندگی ہر سطح پر باوزن اور گرانقدر ہے...''۔

اس کانفرنس کی قراردادوں میں اور بیانات سے حسب ذیل امور پوری طرح واضح ہیں کہ:

- اعتقاد میں اشاعرہ وماتریدیہ اور فقہ میں مذاہب اربعہ کے ماننے والے، اور علم واخلاق اور تزکیہ میں خالص اہل تصوف ہی اہل سنت والجماعۃ ہیں۔
- مذکورہ حصر سے سلفی اور اہل حدیث اہل سنت والجماعت کے دائرے سے خارج ہیں۔
- پوتن کے اندھے حامی چیچنیا کے صدر رمضان احمد قدیروف نے تو صاف صاف یہ کہہ دیا کہ اس کانفرنس کا مقصد خوارج سے اعلان جنگ ہے، اور اس کا مطلب واضح ہے کہ یہ کانفرنس سلفیوں اور علمائے سعودیہ کو خوارج مانتی ہے جن سے جنگ کرنا چاہئے۔
- یہ وضاحتیں ایرانی ذرائع ابلاغ کے سامنے کی گئی ہیں جس سے اس کانفرنس کے انعقاد کے پیچھے کارفرمانیتوں کا سربستہ راز پوری طرح عیاں ہوجاتا ہے اور یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ قضیہ محض شرعی اور اعتقادی نہیں بلکہ اس کے پیچھے زبردست اور نمایاں سیاسی مقاصد کام کررہے ہیں۔
- چیچنیا کے صدر ماسکو کے تابع اور پوتن حامیوں میں ہیں اور ماسکو ایران نواز ہے جو سعودیہ اور اس کے علماء کے خلاف معرکہ آرا ہے اور نصیری اسد اور اس کے درباری علماء کا حامی ومددگار ہے جو اہل سنت کے قتل عام کے درپے ہیں۔
- یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ کانفرنس اس شیعہ گٹھ جوڑ کے دفاع میں منعقد ہوئی ہے جس نے پورے خطے میں اہل سنت

والجماعت کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکا رکھی ہے جس کے نتیجے میں یمن، عراق اور سیریا جل اٹھے ہیں اور بحرین میں بھی اسے بھڑکانے کی پوری پوری کوشش ہورہی ہے، اور عربی دنیا کے کچھ اصحابِ جبہ ودستار اس کے پشت پناہ بنے ہوئے ہیں۔

● اس کانفرنس میں بڑی غفلت اور سادہ لوحی کے ساتھ کچھ لوگوں نے انہیں بچکانہ اتہامات کو دہرایا ہے جو شیعہ لبنانی حزب اللہ (یعنی حزب اللات) کے سربراہ حسن نصر اللہ بار بار دہراتے رہے ہیں کہ: ''وہابیت وسلفیت'' ہی کے لوگ خوارج ہیں اور دہشت گردی کی پشت پناہی کرتے ہیں۔

اوراسی کو کہتے ہیں چور مچائے شور یا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، یا ''رمتنی بدائھاوانسلت'' اپنی کرنی مجھے لگا کر چلتا بنی۔

حاصل یہ ہے کہ کانفرنس کی قراردادوں اور بیانات نے یہ واضح کردیا ہے کہ یہ ان خاص حلقوں کی مدد کے لئے منعقد کی گئی ہے جو پورے خطے پر تسلط کے لئے کوشاں ہیں اور اس کے لئے فرقے وارانہ ذرائع کا استعمال کررہے ہیں اور اسلحوں کی جنگ کے ساتھ فکری معرکہ آرائی اور ثقافتی جنگ کو بھی اپنے لائحہ عمل کا حصہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور مخالف پروپیگنڈے کے تمام ذرائع استعمال کررہے ہیں۔ سعودی عرب کے ھیئۃ کبار العلماء نے اس کانفرنس کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اپنے دفتر نظامت عامہ کے ذریعہ صادر بیان میں کہاہے کہ اس کانفرنس کا مقصد مخصوص نعروں کو جگانا اور اسلامی فرقوں کے درمیان تعصب کی آگ بھڑکانا ہے..''۔

اس بیان میں یہ بھی کہا گیاہے کہ ہر وہ چیز جو فتنے کا باعث ہو اور فرقہ بندی کا سبب بنے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور محمد ﷺ کے نہج سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے ... بیان میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ عزوجل کی کتاب محکم اور اس کے رسول محمد ﷺ کی سنت میں یہ بات موجود ہے کہ: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے بغیر یہ امت متحد ہوسکتی ہے نہ اسے کوئی عزت ہی مل سکتی ہے، امت اسلام ایک ہی امت ہے اور اسے گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرنا ان مصیبتوں میں سے ہے جو شریعت کی لائی ہوئی نہیں ہیں، مسلمان صرف اسلام ہی پر متحد ہوسکتے ہیں اور اس امت کو اس کے سوا کہیں اور عزت اور سربلندی نصیب نہیں ہوسکتی ہے... بیان میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ عقلمندی اور حکمت ودانائی کی بات نہیں ہے کہ سانحوں اور بحرانوں کو سیاسی مقاصد، فکری انتسابات، نعرے بازیوں، سودے بازیوں، تہمتوں اور طعن وتشنیع کے لئے استعمال کیا جائے...'' اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسی لئے ھیئۃ کبار علماء کی نظامت عامہ اس بات سے آگاہ کررہی ہے کہ ان امور کو ہوا دینے سے باز رہا جائے جو امت میں اتحاد کے بجائے انتشار پیدا کرتے ہوں۔ اور علم ودعوت کی طرف انتساب رکھنے والے تمام لوگوں پر امانت کلمہ اور اتحاد امت کی حفاظت واجب ہے۔ اہل بدعت کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو امت میں اختلاف ونفرت، تہمت تراشی، اور برے القاب کو فروغ دینا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے امت دینی اعتبار سے گروہوں، مسلکوں اور فرقوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ امت ابتلاء وآزمائش اور مصیبتوں کے جس دور اور جن حالات سے گزر رہی ہے ان کو باہمی اتحاد کا باعث اور تضادات اتہامات اور رسہ کشی سے دور رہنے کا سبب بننا چاہئے، ان باتوں سے اختلاف کی خلیج گہری

ہوجائے گی اور اس سے عالم اسلام کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کی وجہ سے علم وفکر اور ثقافت میں قائدانہ کردار ادا کرنے والوں سے امت کا اعتماد ختم ہوجائے گا..''۔

اس کانفرنس میں شیخ ازہر اوران کے علاوہ متعدد ملکوں کی دینی شخصیات نے شرکت کی تھی اور تقریبا دوسو افراد کو جمع کیا گیا تھا، کانفرنس کو مسلم علماء کی عالمی کانفرنس کا نام دیا گیا تھا جبکہ اس کا عنوان تھا: ''اہل سنت والجماعت کون ہے'' اس کانفرنس میں عالم اسلام کی سب سے بڑی نمائندگی کرنے والے ائمہ حرم اور علمائے سعودیہ کو یا کسی بھی نمایاں اہل حدیث اور سلفی عالم کو دعوت نہیں دی گئی تھی صرف اشعریت وماتریدیت اور صوفی ازم کی نمائندگی کرنے والوں ہی کو مدعو کیا گیا تھا۔ اور سلفیت کے خلاف عالمی پیمانے پر محاذ بنانے کی ایک کوشش کے طور پر اس کی کارروائیوں کو آگے بڑھایا گیا۔ چونکہ اس کے منعقد کرنے والے اور پس پردہ اس کی سرپرستی کرنے والے معروف ہیں اور عالم اسلام پر گزرنے والے ایک خاص پس منظر میں یہ کانفرنس منعقد کی گئی ہے اس لئے عالم اسلام کے باشعور افراد اور ملت سے ہمدردی رکھنے والے تمام لوگ بری طرح چونک اٹھے ہیں ورنہ ہم تو اپنے ملک میں اس طرح کی چنتن بیٹھکوں اور اہل حدیث اور سلفیت کے خلاف محاذ بندیوں اور ادارہ سازیوں اور رنگارنگ سازشوں کے عادی ہوگئے ہیں۔

ممکن ہے اس طرح کی کاوشوں سے کچھ افراد اہل حدیث یا سلفیوں کو امتحانی کیفیتوں سے گزرنا پڑے یا اپنی کوتاہیوں کے نتیجے میں کچھ زک اٹھانی پڑے مگر ایک حقیقت بالکل عیاں ہے کہ اس سے سلفیت یا منہج ومسلک اہل حدیث کو ان شاء اللہ کوئی ضرر لاحق ہونے والا نہیں ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ آج اہل حدیث دوسروں تک دعوت حق پہنچانے میں کچھ زیادہ سرگرم ہیں نہ ان کے پاس اس کی کوئی منصوبہ بندی یا اس کے لئے خاص ادارے ہیں بلکہ دیگر اشعری ماتریدی تنظیموں اور جمعیتوں کی بیداری، منصوبہ بندی، انتھک محنتوں کے برعکس یہاں راوی زیادہ تر غفلت ہی غفلت لکھتا ہے مگر اس کے باوجود ہر روز پوری دنیا میں اہل حدیث اور سلفیوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھتی ہی جارہی ہے اور ان کے اپنے ہی گھروں کے پالے ہوئے اور تربیت یافتہ افراد اشعریت، ماتریدیت اور صوفیت سے توبہ کرکے اپنی بیزاری کا اظہار کررہے ہیں۔ ایک بات جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور جسے تاریخ نے بار بار ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ حق کا اپنا ثقل، اپنی کشش اور اپنی روشنی اور قوت ہوتی ہے جو لوگوں کو برملا اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور جن کے لئے اللہ نے کوئی خیر مقرر کررکھا ہے وہ لامحالہ اس سے جڑ جاتے ہیں اور باطل کی ہمنوائی کرنے والی طاقتیں منہہ دیکھتی رہ جاتی ہیں بلکہ اپنا سامنہہ لے کر رہ جاتی ہیں۔

ولا يحيق المكرالسيئ إلا بأهله

اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیروں والوں ہی پر پڑتا ہے۔

مگر جیسا کہ ہم نے عرض کیا اس کانفرنس کے منعقد کرنے والے اور ان کا تیور بھی کچھ دوسرا ہے، اور یہ کرائے کے اصحاب جبہ ودستار اشاعرہ وماتدیریہ کے بھی حقیقی نمائندے نہیں ہیں اور یہ لوگ جن طاقتوں کے آلۂ کار ہیں وہ مسلمانوں میں قتل عام کے وقت تفریق کی قائل نہیں ہیں ان کی گولیاں اور ان کے بیرل بم اور فاسفورس بم اشعری، ماتریدی اور صوفی وسلفی کی تمیز اور کسی کے

استثنا کے بغیر سب پر یکساں برستے ہیں جس کی سب سے عمدہ مثال عراق اور سیریا ہیں اگر یقین نہ ہوتو وہاں اشعریوں اور ماتریدیوں سے پوچھ لو۔ ان طاقتوں کا مقصد جیسا کہ ھیئۃ کبار علماء کے بیان میں آیا ہے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا اور ان کے اختلاف کو گہرا کرکے اور ایک کو دوسرے کے خلاف نبرد آزما کرکے انہیں کمزور کردینا ہے تاکہ ان کے اندر کسی مقابلے کی سکت ہی نہ رہ جائے۔ اور ہر تدبیر کو اپنے اولیاء کے لئے الٹ دینے والا اللہ ہی ہے، پس رہے نام اللہ کا۔

کچھ باتیں اپنے ملک کی :

ادھر جب سے اقتدار بدلا ہے اور نئی حکومت نے زمام کار سنبھالا ہے اسی وقت سے چن چن کر ایسے واقعات رونما کئے جارہے ہیں اور ایسے ایسے کام کئے جارہے ہیں جو ایک مخصوص ذہنیت اور خاص گروہ کی چھاپ کی عکاسی کرتے ہیں جس سے ملک کی اجتماعی اسپرٹ مجروح ہوتی ہے اور یہاں کی جنتا کے دل میں یہ احساس پیدا ہورہا ہے کہ ہماری حکومت کا مزاج سب کو لیکر چلنے والا نہیں ہے اور دھیرے دھیرے یہ احساس مختلف طبقات کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے، اور دوسرے طبقات کے لوگ اپنے اتحاد کی قوت کا مظاہرہ بھی کررہے ہیں، ایسے حالات میں مسلمانوں کو بھی بڑی سوجھ بوجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے اور ملک کے دستور کے مطابق اپنے حقوق کی لڑائی تمام جمہوری طریقوں سے منظم طور پر اور متحد ہوکر لڑنے کی ضرورت ہے صرف احتجاج اور اخباری بیانات سے بات بننے والی نہیں ہے بلکہ جہاں قانونی چارہ جوئی کی ضرورت ہو وہاں اس سے گریز نہ کرتے ہوئے فوراً اسے روبہ عمل لانا چاہئے، موجودہ مسائل میں تعلیم اور اسکولوں سے جڑے ہوئے مسائل بہت اہم ہیں اور اس میں ثقافتی اور تہذیبی اعتبار سے جو چیز اس وقت سخت ناقابل قبول ہے وہ ہے سوریہ نمسکار کا تمام میونسپل اسکولوں میں نافذ کیا جانا جس میں ہندو مذہب کے مطابق سورج کی پوجا کی جاتی ہے اور ایسے منتر پڑھے جاتے ہیں جو شرک پر مبنی ہیں، ایک سیکولر ملک میں اس طرح کی چیزوں کا نفاذ قطعی طور پر نادرست ہے جہاں ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے اور کسی پر کسی کے مذہب کو تھوپا نہیں جاسکتا مگر جب حکومت ہی اس اصول کو پامال کرے تو پھر اس کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے، اس لئے اس ضمن میں تمام دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق اور جذبات کا خیال کرتے ہوئے یہ حکمنامہ حکومت کو فوری طور پر واپس لے لینا چاہئے۔ اور اس کے لئے جو کاوشیں مسلمانوں کی جانب سے ہورہی ہیں وہ قابل تحسین ہیں اور انہیں اور زیادہ منظم طور پر اور دیگر مسائل میں بھی متحد ہوکر انجام دینے کی ضرورت ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ مسلم پرسنل لا اور مسلمانوں کے عائلی قانون میں کسی بھی حکومتی یا غیر حکومتی ادارے کی دخل اندازی ناقابل قبول ہے اور دستور نے مسلمانوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے طور پر اپنے ان مسائل کو اپنے اپنے علماء سے حل کرالیں اور مسلم سماج خود ہی اس سلسلے میں کوئی بہتر قدم اٹھائے۔ اس لئے مسلمانوں کو تمام مسلکی تحفظات سے بالاتر ہوکر اتحاد ملت کے ساتھ کسی بھی بیرونی دخل اندازی کو یکسر مسترد کردینا چاہئے۔ اور اس سلسلے میں جو فروعی اور جزئی اختلافات ہیں انہیں اندرونی طور پر ہی حل کرنا چاہئے۔

❖ ❖ ❖

فضائل ومسائل

عشرۂ ذوالحجہ اور قربانی کے مختصر فضائل ومسائل

عبدالواحد انور یوسفی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت ہی مہینوں کی تعداد اور اس میں سے چند کے فضائل وحرمت کی تعیین کردی تھی جیسا کہ ارشاد ہے:

''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ (لوح محفوظ) میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں''۔ (التوبہ:۳۶)

اللہ تعالیٰ نے یہاں حرمت والے چار مہینوں کا تذکرہ تو کیا اور مہینوں کی تعیین نہیں فرمائی لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس کی تفسیر وتعیین فرما کر امت مسلمہ پر خصوصی فضل وکرم فرمایا کہ ان حرمت والے مہینوں میں مسلمان زیادہ سے زیادہ خیر اور بھلائی کے حصول کیلئے سعی کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین مہینے ذوالقعدہ و ذوالحجہ اور محرم تو پے در پے ہیں اور ایک رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے''۔ (بخاری بدء الخلق)

قرآن کریم اور صحیحین کی مذکورہ بالا ارشاد نبوی سے معلوم ہوا کہ ماہ ذوالحجہ بھی حرمت اور فضیلت والا مہینہ ہے۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت: ماہ ذوالحجہ میں عشرۂ ذوالحجہ کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عشرۂ ذوالحجہ کی راتوں کی قسم کھائی ہے نیز نو ذوالحجہ یعنی یوم عرفہ اور دس ذوالحجہ یوم النحر وقربانی کی بھی قسم کھائی ہے جیسا کہ قرآن ناطق ہے:

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی''۔ (الفجر:۱۔۳)

سورۂ فجر کی ان ابتدائی تینوں آیتوں کی تفسیر میں ایک مرفوع روایت موجود ہے حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ جلد ۴، ص ۶۵۳ چونکہ حدیث مسند احمد کی ہے اس لئے میں اصل ماخذ سے نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک دس سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی راتیں ہیں اور طاق سے مراد یوم عرفہ ہے اور جفت سے مراد نحر وقربانی کا دن ہے۔ (مسند احمد جلد ۵، ص ۹۸)

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت میں محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ارشاد نبوی نقل کیا ہے ایک مشہور حدیث پڑھیے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کے ان دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر کسی دوسرے ایام کی عبادت محبوب نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جہاد میں نکلا اور کوئی چیز واپس نہ لایا۔ (ابوداؤد باب فی صوم العشر)

یعنی جان و مال سب اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور شہید ہو گیا اس سے پتہ چلا کہ شہید کے عمل شہادت اور مالی قربانی دینے کے سوا کوئی دوسرا عمل ان دس دنوں میں کئے گئے نیک عمل کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک دوسری حدیث میں کثرت سے تہلیل وتکبیر اور تحمید بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں سے بڑھ کر کوئی فضیلت والے دن نہیں ہیں اور کوئی عمل بھی ان دنوں کے عمل سے بڑھ کر اور پسندیدہ نہیں ہیں اس لئے ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ تہلیل، تکبیر اور تحمید بیان کیا کرو۔ (مسند احمد جلد ۲، ص ۳۹۷-۵۲۶)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان دس دنوں میں عبادت کا ثواب اس قدر بڑھا کر دینے کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ اس میں کئی عبادتیں جیسے نماز، روزہ، صدقہ، خیرات اور حج جمع ہوجاتی ہیں۔

لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ عشرۂ ذوالحجہ میں خاص طور سے تکبیر اولیٰ کے ساتھ فرض نمازوں اور دیگر نفلی نمازوں کا اہتمام کریں کیونکہ بندہ سب سے زیادہ قریب اپنے اللہ کے سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اسی سجدہ کی وجہ سے اللہ پاک بلند درجات عطا فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام ان ایام کو غنیمت سمجھتے ہوئے بہت زیادہ نیک اعمال کرتے تھے عبادت ونوافل کا خوب خوب اہتمام کرتے۔ ساتھ ہی تکبیر وتحمید کا بھی ورد کرتے۔

ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما گھروں سے نکل کر گلی کوچوں اور بازاروں میں عشرۂ ذوالحجہ میں تکبیر پڑھا کرتے تھے اور بلند آواز سے ان کی تکبیر سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیر پڑھتے تھے۔ (بخاری باب فضل العمل فی ایام التشریق)

عیدین کے مواقع پر جو تکبیر پڑھی جاتی ہے وہ تہلیل، تکبیر اور تحمید کا مجموعہ ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ سے تکبیر کے یہ الفاظ ملتے ہیں:

”الله اكبر الله اكبر لا إله إلا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد“۔ (زاد المعاد محقق جلد ۱، ص ۴۴۹)

صوم یوم عرفہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ یوم عرفہ کے روزہ کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام)

اس حدیث سے عام حکم نکلتا ہے مگر جو حج کر رہے ہوں انہیں میدانِ عرفات میں روزہ رکھنا خلاف سنت ہے۔

ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ صحابہ کو شک گزرا کہ میدان عرفات میں نبی ﷺ روزہ سے ہیں یا نہیں بعض لوگوں نے کہا آپ روزہ سے ہیں بعض لوگوں نے کہا آپ

روزہ سے نہیں ہیں تو میں نے آپ کی طرف دودھ سے بھرا پیالہ بھیجا جسے آپ نے اپنے اونٹ پر سواری کی حالت میں پی لیا۔ (بخاری کتاب الحج)

قربانی کی مشروعیت وفضیلت: اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں۔(الحج:۳۴)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔(الکوثر:۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی (کرنا مشروع) ہے۔(ابن ماجہ کتاب الاضاحی)

قربانی کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے نہایت پابندی سے قربانی کی ہے یہ عظیم قربت اور سنت مؤکدہ ہے۔جس پر ہم مسلمانوں کو تعمیل ومداومت کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے۔

ترک قربانی پر وعید: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس وسعت وطاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی ہرگز نہ آئے۔(ابن ماجہ کتاب الاضاحی)

آپ کے اس عتاب شدید سے ان لوگوں کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹ جانا چاہئے جو شادی بیاہ اور اپنے رسم ورواج پر پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں لیکن سال میں ایک بار جو عیدالاضحیٰ آتی ہے تو قربانی کے لئے ایک بکرا خریدنے یا بڑے جانور میں حصہ دار بننے کی بھی انہیں توفیق نہیں ہوتی۔

قربانی کرنے والے کیلئے چند ہدایات نبوی:

(الف) بال وناخن کاٹنے سے اجتناب۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔(مسلم کتاب الاضاحی)

دوسری جگہ یہ الفاظ بھی ہیں:

(قربانی کا ارادہ رکھنے والا) قربانی کر لینے تک اپنے بال اور ناخن ہرگز نہ کاٹے۔(مسلم کتاب الاضاحی)

جو قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو یعنی عام مسلمانوں کے لئے بھی ایک ہدایت موجود ہے کہ وہ عیدالاضحیٰ کے دن بال اور ناخن وغیرہ کاٹ کر قربانی کا ثواب حاصل کریں مگر وہ روایت یعنی عبداللہ بن عمرو کی روایت جو ابوداؤد میں ہے اسے علامہ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(ب) **جانور کاانتخاب:** قربانی کے جانوروں کے کچھ اوصاف ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے جانور کا انتخاب کرنا چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نبی ﷺ نے ایسا مینڈھا خرید کر لانے کا حکم فرمایا جو سینگوں والا ہو، جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔

دوسری حدیث ہے:

نبی ﷺ جب قربانی دیتے تو وہ موٹے تازے سینگوں

والے اور سیاہ وسفید رنگ والے دو مینڈھے خریدا کرتے تھے۔

حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم مدینہ میں قربانی کے جانوروں کو موٹا کرتے تھے اور مسلمان بھی (انہیں) موٹا کرتے تھے۔(بخاری کتاب الاضاحی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دانت والے (یعنی جس کے دودھ کے دانت گر چکے ہوں) کے علاوہ کوئی جانور ذبح نہ کرو لیکن اگر اس کا ملنا مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا ایک سالہ جانور ذبح کرلو۔(مسلم کتاب الاضاحی)

ان روایات کے پیش نظر موٹے خوبصورت اور مسنہ (دانتے) جانور ہی خریدنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر مطلوبہ اوصاف کے جانور نہ مل سکیں تو کم از کم وہ عیوب ونقائص سے پاک ہوں۔

(ج) **عیوب ونقائص :** حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی والے جانوروں میں کن عیوب سے بچنا ضروری ہے تو آپ نے اپنے دست مبارک (کی انگلیوں) سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا چار عیوب سے: لنگڑا کہ جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، کانا کہ جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار کہ جس کی بیماری نمایاں ہو اور لاغر وکمزور کہ جس کے جسم میں چربی اور ہڈی میں گودا نہ رہا ہوں۔ (دارمی کتاب الاضاحی)

اس کے علاوہ یہ ہدایت بھی موجود ہے کہ ہم آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیں کہ کان کٹا اور سینگ ٹوٹا ہوا نہ ہو۔

(د) **قربانی کے جانور میں شراکت :** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے تو قربانی کا وقت ہو گیا ہم اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے اور گائے میں سات۔ اگر استطاعت ہو تو پورے جانور کی قربانی اکیلے ہی کر ڈالے۔ (ابن ماجہ کتاب الاضاحی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر آل محمد کی طرف سے ایک گائے قربان کی۔(ابن ماجہ کتاب الاضاحی)

صحابہ کرام ایک بکری اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتا تھا۔(ابن ماجہ کتاب الاضاحی)

(ہ) **ایام قربانی :** حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کل ایام التشریق ذبح'' تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔ (فتح الباری:۱۰/۱۱)

قربانی کے اگرچہ چار دن ہیں مگر پہلے اور دوسرے دن کی فضیلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے عظیم دن یوم النحر یعنی عید کا پہلا دن ہے پھر یوم القر یعنی دوسرا دن ہے۔(ابوداؤد)

ذبح کے آداب:

(الف) **چھری خوب تیز ہو :** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ہر

ایک اپنی چھری تیز کرلے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچائے۔ (ابوداؤد کتاب الضحایا)

(ب) جانور کو قبلہ رو کرنا : ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رو کر لینا مسنون ہے۔ بخاری شریف میں محل شاہد کے الفاظ یوں ہیں (و وجہا قبل القبلة) اور جانور کو قبلہ رو کھڑا کیا۔

(ج) چھری چلانے سے پہلے دعا: رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات کہے:

"وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَه وَبِذٰلِك اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ". (ابوداؤد کتاب الضحاح)

پھر کہے: "اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ فُلَانٍ بِسْمِ اللهِ واللهُ اَكْبَرُ". (حوالہ مذکور)

فلان کی جگہ اس شخص کا نام لیا جائے جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو۔

خود ذبح کرے : جو شخص عمدہ طریقے سے جانور ذبح کرسکتا ہو اس کے لئے مسنون ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اور دوسرے مواقع پر بھی اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہے۔ (صحیحین)

قربانی کا گوشت : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قربانی کے گوشت سے خود کھاؤ اور خود دار محتاجوں کو کھلاؤ اور سوالی کو بھی کھلاؤ۔ (الحج:۳۶)

شروع اسلام میں نبی ﷺ نے غرباء و مساکین کی کثرت اور قربانی کرنے والوں کی قلت کے سبب تین دن سے زیادہ گوشت کھانے اور رکھنے سے منع فرمایا تھا خوشحالی اور فراخی کا دور آیا تو آپ نے فرمایا: "کلوا و ادخروا و تصدقوا". (موطا امام مالک) خود کھالو، ذخیرہ کرلو اور صدقہ کرو۔

قصاب کی اجرت اپنے پاس سے دیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں آپ کے اونٹوں کے پاس (بوقت ذبح) موجود رہوں اور ان کے گوشت چمڑے اور پالان صدقہ کردوں اور گوشت بنانے والے کو ان چیزوں سے (بطور اجرت) کچھ نہ دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید کہا کہ ہم اسے اجرت اپنے پاس سے دیا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

چمڑے اور گوشت سے کچھ نہ بیچیں :

گوشت کی طرح قربانی کے جانوروں کی کھالیں وغیرہ بیچنا اور ان کی قیمت کھانا منع ہے جیسا کہ قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حج کے موقع پر منی میں دی جانے والی اور عام قربانی کا گوشت مت بیچو بلکہ خود کھاؤ یا صدقہ کردو اور قربانی کے جانوروں کی کھالیں بھی مت بیچو (بلکہ وہ بھی صدقہ کردو یا پھر) اس سے خود فائدہ اٹھاؤ۔ (مسند احمد: ۱۵/۴)

مقصد قربانی پر نظر رکھیں : اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔ (الحج: ۳۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ سے سرفراز فرمائے۔ تقبل یا رب العالمین۔

❁❁❁

دین کے دفاع میں صحابہ کا کردار

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

صحابہ کرام: عظمت کے حوالے :

اللہ کے نبی ﷺ جس دین کو لے کر اس دنیا میں مبعوث کیے گئے اسے قیامت تک کے لوگوں کے لیے فلاح اور نجات کا واحد راستہ بننا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ یہ دین قیامت تک ظاہری اور معنوی دونوں اعتبار سے محفوظ اور معتبر رہے۔ اس کی حفاظت کے لیے اللہ نے جو انتظامات کیے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو انسانیت کے ذخیرہ سے چنندہ افراد کی رفاقت نصیب فرمائی۔ جن کی عدالت پر اللہ نے اس دین کے اعتبار کی بنیاد رکھی۔ جن کو انسانی تاریخ میں حق و باطل کے درمیان ہونے والی سب سے بڑی کشمکش میں حق کا معاون بننے کی سعادت ملی۔ جن کی قربانیوں نے انسانی تاریخ کا سب سے بڑا انقلاب برپا کیا جس نے انسانیت کے ایک ایک گوشہ کو اپنی تابناکیوں سے روشن کیا۔ جن کو اللہ نے اس زمین پر اتاری جانے والی اپنی عظیم ترین کتاب کے شان نزول کا حصہ بننے کے لیے منتخب فرمایا۔ جن کو اس کائنات کی سب سے عظیم ہستی کی شاگردی کے اعزاز سے نوازا۔ جن کی قربانیوں نے اس دین عظیم کی بنیادوں کو تقویت بخشی۔ جن کو اللہ نے اپنے عظیم نبی کی عظیم امت کے درمیان واسطہ بننے کا شرف عطا فرمایا۔

صحابہ کا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہو جانا، آپ پر ایمان لا کر صحابیت کے عظیم شرف سے مشرف ہو جانا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا۔ یعنی ایسا نہیں کہ کچھ لوگ اتفاق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے۔ اور اتفاق سے اللہ کے نبی ﷺ ان کے زمانہ میں مبعوث کر دیے گئے اور اتفاق سے وہ ان پر ایمان لے آئے اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہو گئے۔ بلکہ اللہ رب العزت نے ابتداء کائنات سے قیامت تک پیدا ہونے والے سارے افراد میں کمالات انسانی میں فائق ترین لوگوں کو چن کر اپنے محبوب نبی کی رفاقت کا شرف بخشا۔ عبداللہ ابن مسعود پر موقوف روایت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: " إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّئٌ "

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں اللہ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہترین دل محمد ﷺ کا پایا۔ لہذا انہیں اپنے لیے چن لیا اور اپنا رسول بنا کر انہیں مبعوث فرما دیا۔ اس کے بعد

دوسرے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہترین اصحاب محمد کا دل پایا، تو ان کو اپنے نبی کا ساتھی (وزراء) بنا دیا۔ جو اس کے دین کیلئے قتال کرتے ہیں۔ لہذا جس کو (یہ) مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور جس کو یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (مسند احمد، شیخ شعیب ارناؤط اور ان کے ساتھی محققین نے اس حدیث کے حسن ہونے کا فیصلہ کیا۔ مسند أحمد ط الرسالۃ 6/84)

صحابہ کرام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عام سے امتی یا محض اسلام کی ایک نسل نہیں۔ اللہ نے قرآن مجید کو ان کی عظمتوں کا گواہ بنایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رفعتوں کا بیان کیا۔ یہ ساری تعدیل وتوثیق، تعریف وتوصیف محض ان کی قربانیوں کا صلہ اور ان کی جدوجہد کی تحسین نہیں۔ صحابہ اسلام کے اولین راوی ہیں۔ ان کی عدالت پر اس دین کے اعتبار کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان کے کردار کو مشکوک بنا دینے کا مطلب پورے دین کو "معلق" کر دینا ہے۔ ان کی عدالت پر چھینٹا کشی سے پورا کا پورا دین مشکوک ہو کر رہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان محافظین دین کی عدالت کے گرد توثیق وتعدیل کا بہت بڑا حصار قائم کر دیا ہے۔ اور کسی مخلص مسلمان کے لیے اس حصار کو پار کرنا جائز نہیں ہے۔

سب سے پہلے دعاۃ :

صحابہ کرام اس امّت کے سب سے پہلے دعاۃ ہیں۔ یہ امّت جس کو خیر امّت کا لقب اس لیے ملا کہ وہ معروف کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے والی ہے اس کا سب سے پہلا طبقہ صحابہ کا طبقہ ہے۔ صحابہ اُس نبی ﷺ کے شاگرد ہیں جن کو "داعیا الی اللہ باذنہ" کے منصب پر سرفراز کر کے دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ صحابہ داعیان اسلام کی وہ جماعت ہے جن کے دینی جذبہ کی تعمیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھوں ہوئی۔ جس کی دینی حمیت اور غیرت کی تشکیل نبوی فراست کے سائے تلے ہوئی۔ جن کا فکر وفہم نبوی تربیت کا شاہکار تھے۔ کتاب وسنّت جو دعوت کی اساس ہے انہوں نے اس کی تلقّی بغیر کسی واسطے کے نبی مکرّم ﷺ سے کی تو حکمت وبصیرت جو راہ دعوت کا توشہ ہے اس کا حصول ان کو نبی ﷺ سے بغیر کسی حوالے کے حاصل ہوا۔

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

صحابہ امّت کا وہ باسعادت طبقہ ہے جس کو اس نبی مکرم کی دعوتی جدّ وجہد میں تعاون کے لیے چنا گیا جس کو دنیا میں بھیجا ہی گیا تھا کلمہ توحید کی سربلندی اور کفر کے قلعے مسمار کرنے کیلئے۔ اس دین کے غلبہ واظہار میں ایک طرف جہاں صحابہ کی جانی اور مالی قربانیاں شامل ہیں وہیں دوسری طرف ان کے دعوتی مساعی اور جہود بھی داخل ہیں۔ یہ دین جس کے برگ وبار، شاخیں اور ثمار آج ساری دنیا کو فیضیاب کر رہے ہیں اس کی جڑ میں ان صحابہ کی جان ومال کی قربانیاں شامل ہیں۔ صحابہ نے ایک طرف اس شجر طیبہ کو اپنے خون سے سینچا، اپنی قربانیوں سے سیراب کیا تو دوسری طرف اپنی علمی مساعی اور جدوجہد سے اس کی پرورش کی۔ دین کے فروغ میں جس طرح صحابہ کا عملی کردار بے مثال ہے اسی طرح ان کی علمی خدمات بھی لاجواب ہے۔ ایک طرف جہاں میدان کارزار میں باطل کے مقابلے میں انہوں نے اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے تو دوسری طرف دعوت وتبلیغ اور مجادلہ ومناظرہ کے میدان میں علم وحکمت کے وہ بیش بہا نمونے چھوڑے جو امّت کی آنے والی نسلوں کے لیے اسوہ ومثال کا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی محنتوں نے جہاں مٹی پتھر کے بتوں کا قلعہ پاش پاش کیا وہیں فکر ونظر کے صنم خانوں میں بھی ان کی

کاوشوں نے لرزہ برپا کیا۔ امّت کی کوئی نسل جس طرح ایمان وخلوص اور تقویٰ و تدیّن میں ان کے قریب نہیں پہنچ سکتی، جان و مال کی قربانیوں میں ان کی برابری نہیں کرسکتی ویسے ہی علم وتفقہ، فہم وفراست دعوت و عزیمت میں ان کی بلندیوں کو کوئی نہیں پاسکتا۔ قرآن ان کی عظیم دعوتی جدوجہد کا گواہ بھی ہے اور ان کی کاوشوں کا ثناء خوان بھی۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بیشک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔ (توبہ:۷۱)

آیت میں خاص یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کے اپنے طور پر اسلام کا اہم ترین ارکان ہونے اور عظیم ترین عبادات ہونے کے باوجود ایمان والوں کی صفات میں اوّلین صفات امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کو قرار دیا گیا۔ استدلال کے حوالے سے یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ قرآن وسنّت میں جہاں کہیں بھی اہل ایمان کے کمالات بیان ہوئے ہیں ان کمالات کا سب سے پہلا انطباق صحابہ پر ہی ہوتا ہے کہ قرآن نہ صرف ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے بلکہ ان کے ایمان کو معیار اور مثال قرار دیتا ہے۔

صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کے متّبع تھے اور اتباع کا یہ جذبہ صحابہ میں جیسا عبادات اور معاملات میں پایا جاتا تھا ویسا ہی دعوت میں بھی۔ دین کی فکر، دعوت کی سوچ، اصلاح کی حرص، انسانیت کے لیے درد، امّت کے لیے تڑپ، علم کی گہرائی، حلم کی گیرائی، فکر کی وسعت، حق گوئی میں بے باکی، اخلاق کی بلند پائیگی،، ملامت سے بےخوفی، اخلاص وللّٰہیت کی فراوانی، عزم کی رفعت، صبر کی دولت الغرض دعوت کی جتنی سنّتیں ہیں صحابہ کو نبی کی دعوت سے وراثت میں ملی تھیں، صحابہ کی دعوتی زندگی حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں کا عکس اور آپ کی تربیت کا مظہر تھی۔ علم وعمل میں صحابہ اپنے محبوب نبی ﷺ کا عکس تھے۔ حضرت عبداللہ کی زبان ان نفوس قدسیہ کے بارے میں یوں ثناء خوان ہے:

{{من كان منكم متأسيا فليتأس بأصحاب محمد ﷺ فإنهم كانوا أبرّ هذه الأمة قلوبًا، و أعمقها علمًا، و أقلّها تكلفا، و أقوام هديا، وأحسنها حالاً، قوما اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ وإقامة دينه، فأعرفوا لهم فضلهم، واتبعوهم في آثارهم، فإنهم كانوا على الهدي المستقيم}}

جس شخص نے کسی کی پیروی کرنی ہوتو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی پیروی کرے کیونکہ پوری اُمّت میں اُن کے دل سب سے زیادہ نیک تھے۔ اُن کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا۔ سب کم تکلّف کرنے والے تھے اور نیکی کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چُن لیا تھا۔ لہٰذا اُن کے مقام ومرتبے کو پہچانو اور اُن کے نقش قدم پر چلو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔ (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر« بَابُ مَا تُكْرَهُ فِيهِ الْمُنَاظَرَةُ وَالْجِدَالُ)

امّت کے محافظ :

صحابہ کرام کی عظمت کا ایک پہلوتو یہ ہے کہ وہ اس لشکر جرّ ار کے سپاہی بنےجس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں کفر کے قلعوں کو مسمار کیا اور عرب سے عجم تک کلمۂ حق کا پرچم بلند کیا۔ دوسری جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس امّت کی حفاظت ونگہبانی کی عظیم ذمہ داری ان کے کندھوں پر رکھی۔اللہ کے اتارے ہوئے اس دین کی علمی وعملی حفاظت ان کے سپرد کی گئی۔اُمّت کی پاسبانی ان عظیم نفوس کے حوالے کی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کی حفاظت، امّت کی قیادت، عقیدہ کا تحفّظ، منہج کا دفاع، قرآن وسنّت کی جمع وتدوین، خارجی حملوں کا جواب، داخلی فتنوں کا سدّ باب الغرض دعوت وعلم کے ہر باب میں امت کے ان محسنین نے عزیمت کی ایسی تابناک مثالیں قائم کیں جو آنے والی امّت کی راہیں روشن کرتی رہیں گی۔ان پاکیزہ نفوس نے اپنے علم وعمل سے اس پیشین گوئی میں رنگ بھرا کہ۔

النجوم أمنة للسماء فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد وأنا أمنة لأصحابي فإذا ذهبت أتى أصحابي ما يوعدون وأصحابي أمنة لأمتي فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي ما يوعدون۔

ستارے آسمان کیلئے باعث امن ہیں، جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر وہ آئے گا، جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) میں اپنے صحابہ کیلئے باعث امن ہوں جب میں فوت ہوجاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ آزمائشیں آئیں گی جن کا وعدہ کیا گیا ہے، اور میرے صحابہ امت کیلئے باعث امن ہیں جب صحابہ چلے جائیں گے تو امت پر وہ مصیبتیں آئیں گی جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم «کتاب فضائل الصحابۃ» باب بيان أن بقاء النبي ﷺ أمان لأصحابه وبقاء أصحابه أمان للأمة)

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۔[المائدة:54]

صحابہ ایمان وعمل کا معیار ہیں۔حق کی کسوٹی ہیں۔اختلاف کے اندھیرے میں حق کا روشن مینار ہیں۔ ان کے مسلک کی پیروی حق ہے اوران کے راستے کو چھوڑ دینے والا گمراہ ہے۔ان کی پیروی میں نجات رکھی گئی ہے اور اختلاف کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہدایت یافتہ صحبت نشینوں کی سنّتوں سے چمٹ جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الامور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔

جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنّتوں کو لازم پکڑنا، اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، ((سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4607) قال الشیخ الألبانی: صحیح)

دین کا دفاع :

نبی ﷺ کی وفات اس اُمّت کے ساتھ پیش آنے والا

عظیم ترین سانحہ تھی۔اس سانحہ نے امت میں ایک ساتھ خارجی اور داخلی دونوں سطحوں پر بہت سارے محاذ ایک ساتھ کھڑے کردیے۔ ان سارے محاذوں میں سب سے بڑا محاذ تھا انحرافات اور بدعات کے ان حملوں سے دین کی حفاظت کا جو ہر آسمانی دین کے ماننے والوں کے لیے نبی کے بعد سب سے بڑا چیلنج رہا ہے۔ان انحرافات کے ساتھ صحابہ کا رویّہ اور تعامل ہی آگے جا کر امّت کے لیے اسوہ بننے والا تھا۔

نبی ﷺ کی زندگی میں آپ کی شخصیت اس حد تک فیصلہ کن تھی کہ آپ کی موجودگی میں بدعات کے جنمنے اور پنپنے کی گنجائش موجود نہیں تھی۔ان بدعتوں سے اصل مقابلہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد پیش آنے والا تھا۔ نبی ﷺ کو بھی امّت کے لیے سب سے زیادہ اندیشہ ان بدعتوں سے ہی تھا۔ نبی ﷺ کی فکرمندی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ کا وہ مشہور خطبہ حاجہ جس سے اللہ کے نبی ﷺ کا ہر خطبہ شروع ہوتا ہے وہ مستقل ان بدعات سے دین کو محفوظ رکھنے کی تاکید پر مشتمل ہوتا۔بات کسی بھی موضوع پر ہوتی اُمت کے لیے یہ تنبیہ ضرور ہوتی کہ سب سے بری بات دین میں نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے اور ایجاد کی گئی ہر نئی چیز بدعت ہے ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

عرباض بن ساریہ سے مروی حدیث جو اوپر بیان ہوئی اس میں بھی نبی ﷺ نے جدا ہوتے ہوئے امّت کو آخری آخری نصیحت یہ کی تھی کہ دین میں بدعتیں ایجاد کرنے سے بچو۔عین وفات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید بے چینی کی کیفیت میں چادر کو چہرے سے الٹنا پلٹنا اور پھر یہ فرمانا کہ اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ نبی ﷺ کی امّت سے متعلق تحفّظات واضح کرتے ہیں۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے اس امّت کی قیادت اپنے ذمہ لی۔اس دین کی ظاہری اور معنوی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ پوری فراست اور دیانت داری کے ساتھ انجام دیا۔ ایک طرف علم اور تعلّم کے ذریعہ پوری یہ دین جو انہوں نے اپنے محبوب نبی (ﷺ) سے حاصل کیا تھا اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔تو دوسری جانب بدعات اور مبتدعین کے خلاف اپنے رویّہ سے اس دینِ حنیف کے گرد ایک ایسا مضبوط حصار قائم کیا کہ قیامت تک دین کی سرحدیں بدعات کی دراندازیوں سے محفوظ رہیں گی۔صحابہ اس طائفہ منصورہ کے تسلسل کی سب سے پہلی کڑی تھی جس کے لیے نصرت کا وعدہ اور فتح کی خوشخبری ہے۔دین کے علم کو اٹھانے اور اس کے دفاع کے لیے کھڑے ہونے والے وہ پہلے لوگ جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين۔

اس علم کو ہر دور کے عادل لوگ اٹھائیں گے۔یہ لوگ اس علم کی غلو کرنے والوں کی تحریفات، باطل پرستوں کی حیلہ بازیوں اور جاہل لوگوں کے غلط تشریحات سے حفاظت کریں گے۔

(سنن الکبریٰ بیہقی (۲۰۹/۱۰)، ابن ابی حاتم الجرح وَ تعدیل (۱۷/۲)، اور التمہید ابن عبدالبر (۵۷/۱-۵۸) نے ابراہیم بن عبد الرحمان ال ادھری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا۔امام احمد نے اسے صحیح کہا (دیکھئے: تاریخ دمشق 7/۳۹) اور شرف اصحاب الحدیث الخطیب بغدادی (صفحہ ۲۹) صحیح بحوالہ سلسلہ صحیحہ ۲۲۷)۔ (جاری)

☆☆☆

ایمانیات

[۱۰]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۲۲- دعوت الی اللہ کی تڑپ:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت دعوت الی اللہ کی تڑپ‘ اس دین کی لگن اور مسلمانوں کے مسائل کی فکر بھی ہے۔

اور یہ چیز لوگوں کی زندگیوں میں بالکل ہے: اللہ کے دین پر قائم اور دیگر لوگوں کی زندگیوں میں کتنا عظیم فرق ہے۔

اگر آپ کسی ایسے شخص سے جو غیر مستقیم ہو‘ دعوت الی اللہ اور اس کی راہ میں جستجو اور محنت‘ مثلاً نفع بخش کتابوں کی اشاعت‘ دروس و تقاریر کے پروگراموں اور کیسٹوں اور کتابچوں وغیرہ کی تقسیم میں تعاون‘ نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے تو دیکھیں گے کہ اسے ان تمام چیزوں کا سرے سے کوئی علم ہی نہیں‘ اور نہ ہی اسے دین اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کی کوئی فکر اور اس سے کوئی دلچسپی ہے۔

رہا وہ شخص جو اللہ کے دین پر قائم ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اسے دعوت الی اللہ کی فکر اور مسلمانوں کے مسائل سے خوب دلچسپی ہے‘ وہ اس کی راہ میں اپنی جان‘ مال اور وقت سب کچھ صرف کررہا ہے‘ بلکہ اگر اس کے پاس طاقت نہیں ہے‘ تو کم ازکم دعوت الی اللہ سے دلچسپی رکھنے والوں اور اس میں شریک لوگوں کے لئے دعا کررہا ہے۔

اور جب بھی وہ مسلمانوں کے حالات کی بابت کچھ سنتا ہے تو ان کے خوشی اور غم میں شریک ہوتا ہے، یہ چیز لوگوں کی زندگیو میں مشاہد ہے۔

اور ایک مسلمان کی زندگی میں دعوت الی اللہ کی اہمیت اور اس کے فضل و مقام ہم سے مخفی نہیں‘ اس سلسلہ میں وارد نصوص ناقابل شمار ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ}[يوسف: ۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے کہ میری راہ یہی ہے‘ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں‘ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ‘ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں۔

لہٰذا جو بھی نبی کریم ﷺ کا سچا متبع اور اللہ کے دین پر ثابت قدم ہوگا‘ اللہ کی طرف ضرور دعوت دے گا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه**۔۔'' الحدیث (اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے)۔

جس نے کسی نیکی کی طرف بلایا اسے ویسا ہی اجر ملے گا جیسے اس نیکی کے پیروکاروں کو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**من دل على خير فله مثل أجر فاعله**'' (اسے بھی امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے)۔

جس نے کسی خیر کی رہنمائی کی، اسے اس کے کرنے والے کی طرح اجر ملے گا۔

میں ایک پر لطف قصہ ذکر کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ایک استقامت پسند خاتون نے مشرقی ایشیا کے کسی ملک سے ایک خادمہ بلوایا، جب اس خادمہ سے اس نیک کار مستقیم خاتون کی گفتگو ہوئی تو اُسے معلوم ہوا کہ اس خادمہ کو دین کی کوئی معلومات نہیں ہے، اس خاتون کو یہ جان کر بڑا تعجب ہوا۔

خادمہ نے اسے بتلایا کہ اُس ملک میں اکثر لوگوں کی حالت زار اور دینی معیار یہی ہے، تو اُس نیک سیرت خاتون نے اس سے کہا کہ: تب تم دو سالوں تک یہاں رہو، میں تم سے بہت معمولی کام لوں گی، میں تم سے یہ چاہتی ہوں کہ تم حصول علم اور پڑھائی کے لئے فارغ رہو، تا کہ جب اپنے ملک واپس جاؤ تو اللہ کے دین کی ایک داعیہ بن کر جاؤ۔

سبحان اللہ العظیم! ذرا دیکھیں کہ اس نیک کار مستقیم خاتون کو کس قدر دعوت کی فکر دامن گیر ہے؟ اور خادمہ کو اس نے کس طرح نصیحت کی۔

وہ خادمہ مطمئن ہوگئی اور دروس اور طلب علم میں مسلسل لگ کر دو سال کی مدت اس نے مکمل کرلیا، اور اپنے ملک کو ایک داعیہ بن کر واپس گئی۔

اللہ اکبر! اپنے ملک میں اس کے کتنے اچھے اثرات ہوئے ہوں گے، اور یہ ساری چیزیں اس نیک کار استقامت پسند خاتون کے نامۂ اعمال کا حصہ ہوں گی، جس نے دعوت الی اللہ اور مسلمانوں کے مسائل کی فکر کیا۔

ایسا ہی واقعہ ایک ہندوستانی بھائی کا بھی ہے، اور اس شخص کو میں شخصی طور پر جانتا ہوں، وہ گاڑی کے پہیوں کی مرمت کا کام کرتا تھا، جسے ہم بنشری کہتے ہیں، وہ بالکل عامی شخص تھا، اپنے دین کی بابت اسے کوئی علم نہ تھا، جب یہاں آیا اور بعض بھائیوں کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہوا، تو وہ دین کا پابند ہونے لگا، علم حاصل کرنے لگا، بہر حال رفتہ رفتہ اس کے حالات سنورنے لگے، تو اس نے کہا: میں یہاں ہرگز نہ رہوں گا، میرا اپنے ملک واپس جا کر وہاں کے لوگوں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے، تا کہ جیسے میں سدھر گیا ہوں وہ بھی سدھر جائیں، اور میری طرح انہیں بھی دین کا علم ہوجائے، میں تو گویا نئے سرے سے پیدا ہوا ہوں۔

بہر کیف یہ شخص اپنے ملک واپس گیا اور وہاں کام کرنے لگا، اللہ نے اسے توفیق دی، اس نے ایک مدرسہ کھولا، کئی مساجد تعمیر

کیں، اور معروف داعیان و مبلغین میں سے ہو گیا۔

سبحان اللہ! اللہ کے دین پر ثابت قدمی کے بعد اس شخص کے حالات کیسے بدل گئے!

۲۳۔ خاموش دعوت اور نیک آئیڈیل:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ استقامت بذات خود سماج میں ایک خاموش دعوت اور عمدہ نیک آئیڈیل ہے۔

چنانچہ اللہ کے دین پر ثابت قدم شخص زبان سے بولے بغیر اپنے کردار، پاکیزہ شہرت اور نیک سیرت کے ذریعہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں جو اسے دیکھ کر اس کی شکل سے، یا اس کے بارے میں سن کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس کی نیک سیرت سے، یا زندگی میں اس کے اعمال وتصرفات کے بارے میں جان کر اس سے متاثر ہوتے ہیں، چنانچہ اس کی زندگی اور اس کا کردار لوگوں کے لئے ایک خاموش دعوت اور عمدہ نمونہ ہوتا ہے، خواہ وہ زبان سے کچھ بھی نہ بولے۔ یہ استقامت ہی کی فضیلت ہے، الحمد للہ۔

کتنے لوگ کسی عمدہ رویہ یا معاملہ کے سبب اسلام میں داخل ہو گئے، اور کتنے مسلمان اسی کے باعث تائب ہو کر اللہ کے دین پر عمدگی سے جم گئے۔

یہی نہیں بلکہ اسلامی تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ کئی ممالک اور عوام نے مسلم تاجروں کے حسن معاملہ کے سبب اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح استقامت کے سبب معاشروں میں صالحین کی کثرت ہوتی ہے، اور اس سے استقامت، نیکی اور نیک کاری کو حوصلہ ملتا ہے۔

نیز استقامت کے سبب منافقین، گنہ گار اور بدکار لوگ جب معاشرہ میں اہل استقامت، اور دین پسند صالحین کی کثرت دیکھتے ہیں تو ان کی دل شکنی ہوتی ہے۔

یہ پاکیزہ اثرات ہیں جو اہل استقامت کو ان کی زندگیوں میں حاصل ہوتے ہیں، جس پر ان شاء اللہ وہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

۲۴۔ صالحین کی معرفت:

جب مسلمان استقامت پسند ہو جاتا ہے تو نیکوکار 'صالحین' سلف امت اور ان کے بعد کے علماء کرام وغیرہ اہل استقامت سے متعارف ہوتا ہے۔

لیکن اگر کسی غیر مستقیم سے آپ امت کے علما یا ائمۂ اربعہ یا کسی عبادت گذار یا صالح شخصیت کے بارے میں پوچھیں، تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا!!

لیکن اپنے دین پر ثابت قدم شخص کو آپ دیکھیں گے کہ اسے امت کی طویل تاریخ کے مطابق امت کے علماء، عبّاد، دعاۃ اور صالحین وغیرہ کی معرفت ہوگی۔

اسی طرح آپ صاحب استقامت کو دیکھیں گے کہ اپنی زندگی اور زمانہ کے اہل استقامت سے واقف کار ہوگا، ان کی ہم

نشینی اختیار کرے گا اوران سے استفادہ کرے گا۔

اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ صالحین کی ہم نشینی دنیا میں نفع بخش اور آخرت میں باعث شفاعت ہوگی' اور یہ اللہ کا فضل وکرم ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اوراسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں خبر دی ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

{الْأَخِلَّاء يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ} [الزخرف:۶۷]۔

اس دن جگری دوست بھی باہم دشمن بن جائیں گے سوائے متقیوں کے۔

یعنی دنیا کے گہرے دوست بھی قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے' یہ دنیا کی دوستی' صداقت اور محبت عداوت و دشمنی میں بدل جائے گی' کیونکہ اس کی بنیاد اطاعت و استقامت نہ تھی' بلکہ گناہ و معاصی اور شریعت کی مخالفتیں تھیں۔

سوائے متقیوں کے' کہ ان کی دوستی' صداقت اور محبت آخرت میں بھی جاری رہے گی' جس طرح وہ دنیا میں فائدہ اٹھاتے تھے'اسی طرح آخرت میں بھی اٹھائیں گے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیحین میں وارد ہے:

''أنه إذا دخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار، فإن أهل الجنة يتفقدون أنفسهم وإخوانهم، فيقولون: يا رب عبدك فلان كان يذكرك معنا، يصلي معنا، يصوم معنا، ما لنا لا نراه؟ فيأذن الله عزوجل في شفاعة الصالحين، فيقول الله عزوجل: اذهبوا فأخرجوا من أهل النار ممن تعرفون من كان في قلبه مثقال ذرة من إيمان''۔

کہ جب جنتی جنت میں'اور جہنمی جہنم میں داخل ہوجائیں گے' تو جنتی اپنے خاص لوگوں اور بھائیوں کو تلاش کریں گے، اور کہیں گے اے رب! تیرا فلاں بندہ جو ہمارے ساتھ تیرا ذکر کرتا تھا' ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا' ہمارے ساتھ روزہ رکھا کرتا تھا' کیا وجہ ہے کہ ہمیں اسے نہیں دیکھ رہے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ صالحین کی سفارش کی اجازت فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اپنے پہچان والوں میں سے جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو' اُسے جہنم سے نکال لو۔

اللہ اکبر! ذرا استقامت کے فضائل اورصالحین و اہل استقامت کی ہم نشینی کے فضائل ملاحظہ فرمائیں کہ جنت میں ہونے کے باوجود بھی وہ اپنے ساتھیوں اور ہم نشینوں کو نہ بھولے' بلکہ انہیں یاد کیا' اللہ کے عذاب سے بچایا اوران کی سفارش کی، اور یہ ثابت شفاعتوں کے قبیل سے ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے، ہم دعا گو ہیں اللہ ہمیں دنیا میں صالحین سے محبت اور آخرت میں ان کی سفارش عطا فرمائے۔

(دیکھئے: شرح عقیدہ طحاویہ، ص۲۲۹-۲۳۵)۔

* * *

[۲]

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

اللہ تعالیٰ کے علو وفوقیت (اوپر اور بلند ہونے) کا ثبوت احادیث مبارکہ اور سنت صحیحہ سے

(۱) حضرت معاویہ بن حکم سلمی کی حدیث:

قال :كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَماً لِيْ قِبَلَ أُحَدٍ وَ الْجَوَانِيَةِ ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّيْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاْةٍ مِنْ غَنَمِهَا ، وَ أَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُوْنَ ، لٰكِنِّيْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ. قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا ؟قَالَ : اِئْتِنِيْ بِهَا. فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللهُ ؟قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ. قَالَ : مَنْ أَنَا ؟قَالَتْ : أَنْتَ رَسُوْلَ اللهِ .قَالَ : أَعْتِقْهَا ، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

بیان کرتے ہیں کہ: ''میری کچھ بکریاں احد اور جوانیہ کے درمیان تھیں، وہاں میری ایک لونڈی انہیں چراتی تھی، ایک دن میں اس کا حال لینے گیا، تو معلوم ہوا کہ بھیڑیا ان میں سے ایک بکری اٹھالے گیا، میں بھی بنی آدم ہی کا ایک فرد ہوں مجھے بھی ایسے ہی دکھ ہوتا ہے جیسے انہیں ہوتا ہے بس میں نے اسے ایک طمانچہ جڑ دیا، پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا (اور ان سے وہ سارا ماجرا بیان کردیا) تب آپ نے اس واقعے کو مجھ پر بڑا سنگین ٹھہرادیا، اس پر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: اسے بلاؤ، چنانچہ میں نے اسے بلایا تو آپ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں ہے، آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: ''اسے آزاد کردو کیونکہ یہ مومنہ ہے''۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی تخریج حسب ذیل کتابوں میں ہے: صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ (۱/۳۸۲)، سنن ابی داود (۱/۵۷۲) کتاب الصلاۃ، باب ۱۷۱ر تشمیت العاطس فی الصلاۃ، نمبر (۹۳۰)، سنن نسائی (۳/۱۴-۱۸) موطا امام مالک، کتاب العتق، باب مایجوز من العتق فی الرقاب الواجبۃ ح: (۱۴۶۴)، مسند احمد ۵/۴۴۷، السنۃ لابن أبي عاصم (۱/۲۱۵)، التوحید لابن خزیمہ (۱/۲۷۸-۲۸۰، ح ۱۷۸)، شرح اصول اعتقاد أھل السنۃ للالکائی (۳/۳۹۲))

(العلو للذھبی (ص۱۶) دیکھئے: مختصر العلو للذھبی (ص۸۱)

(۲) عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ:

قَالَ :((يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ, وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ, وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ. ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ فَيَقُوْلُ : كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ : تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ , وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں باری باری آتے ہیں کچھ فرشتے

رات میں اور کچھ فرشتے دن میں، اور وہ سب عصر اور فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر جن فرشتوں نے تم میں رات گزاری ہوتی ہے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں، تو وہ (اللہ) ان سے پوچھتا ہے -حالانکہ وہ ان کے متعلق ان سے زیادہ جانتا ہوتا ہے- کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ تو وہ سب جواب دیتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور جب ہم نے انہیں چھوڑا تو (بھی) وہ نماز پڑھ رہے تھے"۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، (ح ۵۵۵، ص ۱۱۴) ط. دارالسلام، مسلم (۱/۴۳۹) کتاب المساجد)

(۳) عن عبداللہ بن عمرو ....

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تو وہ تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)۔ (مسند حمیدی نمبر (۵۹۱)، مسند احمد (۲/۱۶۰) بخاری في التاریخ / الکنی (ص ۶۴)، سنن ابی داود (۵/۲۳۱، ح ۴۹۴۱)، سنن ترمذی (۴/۳۲۴-۳۲۳، ح ۱۹۲۴) اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے، دارمی في الرد علی المریسی (ص ۱۰۴)، الرد علی الجھمیة، نمبر (۶۹). (رامھرمزی فی المحدث الفاصل نمبر ۷۷۵) ان کے علاوہ حاکم، بیہقی، خطیب بغدادی، ابن قدامہ اور ذھبی وغیرہ نے بھی اس کی روایت کی ہے دیکھئے: سلسلة الاحادیث الصحیحة للالباني (نمبر ۹۲۵).

(۴) عن جابر أن رسول الله ﷺ ..

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات کے دن اپنے خطبے میں فرمایا: "بتاؤ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں، تو وہ اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھانے اور ان لوگوں کی طرف جھکانے لگے اور فرماتے تھے: "اے اللہ تو گواہ رہ"۔ (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۴/۴۱)

فائدہ : نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا رہے تھے، دعا نہیں کر رہے تھے کہ یہ کہا جا سکے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔

(۵) حدیث زینب بنت جحش ..

حضرت زینب بنت جحش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (دیگر) ازواج (مطہرات) پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ: "زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِيَ اللهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰاتٍ" تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر سے کی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: "إِنَّ اللهَ أَنْكَحَنِيْ فِي السَّمَاءِ" اللہ تعالیٰ نے میری شادی آسمان میں کی ہے۔

(بخاری، کتاب التوحید، باب (۲۲) (وکان عرشه علی الماء) ح (۷۴۲۰ اور ۷۴۲۱)

(۶) اور انہیں سے ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتی تھیں کہ: "زَوَّجَنِيْكَ الرَّحْمَانُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ" آپ سے میری شادی رحمان نے اپنے عرش کے اوپر سے کی ہے۔ (طبری نے قریب قریب الفاظ میں تفسیر میں اسے روایت کیا ہے۔ (۲۲/۱۴) اور مستدرک حاکم (۴/۲۵)، اثبات صفة العلو لابن قدامة (ص ۶۱ نمبر ۳۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۴۹۲)، العلو للذھبی (ص ۴۰) اور (ص ۲۰)، اجتماع الجیوش الاسلامیہ لابن القیم، الفتح لابن حجر (۱۳/۴۱۲) یہ روایت مرسل ہے جو احناف کے یہاں حجت ہے اور

محدثین کے یہاں بھی اگر دوسری صحیح روایت سے اس کی تائید ہوجائے اور اوپر والی روایت اس کی موید ہے)

(۷) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : "أَلَا تَأمَنُوْنِيْ وَ أَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأتِيْنِيْ خَبْرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّ مَسَاءً"

کیا تم مجھ سے مطمئن نہیں ہو جبکہ میں تو اس کا امین ہوں جو آسمان میں ہے، (یعنی اللہ تعالیٰ کا امین ہوں) میرے پاس صبح شام آسمان کی خبر آتی ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی (۳۲۶/۵)، مسلم (۷۴۲/۲) کتاب الزکاۃ)

❖ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان حدیثوں میں کس طرح صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا آسمان پر ہونا واضح کیا گیا ہے۔

(۸) عن أبي هريرة قال ..

حضرت ابوہریرہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: "میت کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں، پھر جب وہ نیک آدمی ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہیں: اے پاکیزہ جان جو پاکیزہ جسم میں تھی باہر آجا. خوشگوار زندگی اور عمدہ رزق اور ایسے رب کی خوشخبری لے لے جو غضبناک نہیں ہوگا، بار بار اس سے یہی کہا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ باہر آجائے، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جائے گا اور دروازہ کھولنے کو کہا جائے گا، تو سوال ہوگا: کون ہے؟ جواب ملے گا فلاں ہے، تو کہا جائے گا: جانِ پاک کو خوش آمدید ہو، اس سے مسلسل یہی کہا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ اسے اس آسمان میں لے جایا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ ہے"۔ (مسند احمد ۳۶۴/۲، ۱۴۰/۶ مستدرک حاکم، (۳۷/۱-۴۰) متعدد اسانید سے اسے روایت کرنے کے بعد فرمایا: یہ اسانید جو میں نے ذکر کی ہیں وہ سب کی سب شیخین (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح ہیں، اور ذہبی نے بھی کتاب العرش میں اسے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح بتایا ہے، (۳۲/۲) ان کے علاوہ متعدد محدثین نے اسے روایت کیا ہے)

(۹) عن أبي هريرة ... كان ملك الموت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ملک الموت ظاہری طور پر لوگوں کے سامنے آیا کرتے تھے، لہٰذا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے تو حضرت موسیٰ نے انھیں ایک طمانچہ لگادیا، اس سے ان کی آنکھ جاتی رہی، تو وہ اوپر اپنے رب کی طرف گئے، اور عرض کیا کہ تو نے مجھے موسیٰ کے پاس بھیج دیا اور انھوں نے مجھے ایسا طمانچہ لگایا کہ میری آنکھ ہی چلی گئی، اور اگر ان کے ساتھ تیری تکریم نہ ہوتی تو میں انھیں مشقت میں ڈال دیتا، اس نے فرمایا: جا میرے بندے کے پاس واپس جا، اور اس سے کہہ کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل پر رکھیں اور ہر اس بال کے بدلے جوان کی ہتھیلی کے نیچے آجائے گا انہیں ایک سال کی زندگی ملے گی، چنانچہ وہ ان کے پاس گئے اور ان کے رب نے انھیں جو حکم دیا تھا ان تک پہنچادیا، تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟ تو جواب دیا کہ موت. تو انھوں نے فرمایا: تب ابھی آجائے، [تو وہ ان کے پاس جنت کی کوئی چیز لے کر آئے اور انھوں نے ایک بار اسے سونگھا اسی میں ان کی جان نکل گئی، اور اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ واپس لوٹادی"۔ (مسند احمد (۵۳۳/۲)، بخاری - کتاب الجنائز، باب من أحب الدفن في الأرض المقدسة (ح ۱۳۳۹)، مسلم کتاب الفضائل باب فضائل موسیٰ (ح: ۲۳۷۲)، اور بخاری ومسلم کے الفاظ میں "فرجع إلى ربه" پس وہ اپنے رب کے پاس چلے گئے آیا ہے)

(۱۰) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَ ﷺ قَالَ لِسَعْدٍ - يَعْنِيْ ابْنَ مُعَاذٍ-: ”لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ - يَعْنِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ - بِحُكْمِ الْمَلِكِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ“.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد یعنی ابن معاذ سے فرمایا: ”تم نے ان کے متعلق - یعنی بنی قریظہ کے متعلق - اس بادشاہ کے فیصلے والا فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے (اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے) - (علامہ ذہبی فرماتے ہیں: یہ صحیح حدیث ہے: کتاب العرش (۲/۴۰) ان کے علاوہ حسب ذیل محدثین نے اس کی تخریج کی ہے نسائی فی الکبری کما في تحفة الأشراف (۳/۲۹۳) اور فضائل الصحابۃ (ص ۳۶ حدیث نمبر ۱۱۹) بیہقی فی الاسماء والصفات (۲/۳۲۱، ح ۸۸۵))

(۱۱) عَن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قَال رَسُولُ اللهِ ﷺ: ”مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ - وَلَا يَصْعَدُ إِلٰى اللهِ إِلَّا الطَّيِّبُ - فَإِنَّهُ يَقْبُلُهَا بِيَمِنِهِ، وَيُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ“.

جس نے پاکیزہ کمائی سے - اور اللہ کی طرف صرف پاکیزہ چیزیں ہی چڑھتی ہیں - کسی کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا تو وہ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے، اور صدقہ کرنے والے کے لئے اس کی پرورش کرتا ہے (یعنی اسے بڑھاتا ہے) یہاں تک کہ وہ پہاڑوں کی طرح ہوجاتا ہے - (بخاری کتاب التوحید باب (۲۳) قول اللہ تعالیٰ (تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ) حدیث نمبر (۷۴۳۰) ذہبی نے ”العلو“ میں اسے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین نے اس کی تخریج کی ہے اور کتاب العرش میں (۲/۴۳) کہا ہے کہ متفق علی صحتہ. اس کی صحت پر اتفاق ہے)

(۱۲) عن أنس عن النبي ﷺ قَال: ”فَأَسْتَأْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهِ فَيُؤْذَنِ لِيْ“ (بخاری، کتاب التوحید حدیث نمبر ۷۴۴۰، مسند احمد (۳/۲۴۴) التوحید لابن خزیمہ (۲/۶۰۵-۶۰۶ ح ۳۵۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب سے اس کے گھر میں جانے کی اجازت لوں گا تو مجھے اس کی اجازت دی جائیگی۔

(۱۳) اس کی تخریج عسال نے بسند صحیح ثابت بنانی سے کی ہے اس میں آیا ہے: ”فَآتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ لِيْ، فَآتِيْ رَبِّيْ - تَبَارَكَ وَتَعَالٰى- وَهُوَ عَلٰى كُرْسِيِّهِ ۔ أَوْ سَرِيْرِهِ، فَأَخِرُّلَهُ سَاجِدًا..“ الحدیث.

پھر میں جنت کے دروازے پر آؤں گا تو میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا، تب میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے پاس آؤں گا اور وہ اپنی کرسی یا تخت پر ہوگا تو میں اس کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ (دیکھئے: کتاب العرش للذھبی (۲/۴۸) اور انھوں نے اسے العلو (ص ۳۲-۳۳) میں بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ابو احمد عسال نے کتاب المعرفۃ میں بسند قوی بواسطہ ثابت عن انس اس کی تخریج کی ہے)

(۱۴) وعن ابن عباس حدثنی رجال من أصحاب النبی ﷺ..

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے بیان کیا کہ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک تارا ٹوٹا اور روشنی ہوگئی، تو انھوں نے فرمایا: جب اسی طرح تارا ٹوٹتا تھا تو تم لوگ کیا کہا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم کہا

کرتے تھے کہ آج رات کوئی عظیم شخصیت پیدا ہوئی ہے یا کسی عظیم شخصیت کا انتقال ہوا ہے، تو انھوں نے فرمایا: یہ کسی کی موت اور زندگی سے نہیں ٹوٹتا ہے، بلکہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی کام کا فیصلہ کر دیتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے تسبیح پڑھنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ اس آسمان والے بھی تسبیح کا ورد کرنے لگتے ہیں جو ان سے متصل ہیں، یہاں تک کہ تسبیح آسمان دنیا میں رہنے والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر جو لوگ حاملین عرش سے متصل ہوتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ انھیں وہ بات بتادیتے ہیں پھر آسمان والے ایک دوسرے سے (وہ) خبر لیتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ خبر اس آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے، تو جنات کچھ سنی باتیں لے اڑتے ہیں اور وہ اس سے اپنے اولیاء کو مطلع کر دیتے ہیں، اور وہ اسی (تارے) سے مارے جاتے ہیں، تو جو کچھ وہ ٹھیک اسی طرح بیان کر دیتے ہیں وہ تو حق ہوتا ہے مگر وہ اس میں ملاوٹ اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ (مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان دیکھئے شرح النووی ۱۴/ ۲۲۵، مسند احمد (۱/ ۲۱۸) ترمذی، کتاب التفسیر باب سورۃ سبأ (۵/ ۳۶۲، نمبر ۳۲۲۴))

(۱۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا نَادَىٰ جِبْرِيْلَ فَقَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ عَبْدِيْ فَأَحِبُّوْهُ، فَيُنَوِّهُ بِهَا جِبْرِيْلُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ فَيَسْمَعُ أَهْلُ السَّمَاءِ لَفْظَ حَمَلَةِ الْعَرْشِ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، ثُمَّ سَمَاءِ سَمَاءٍ، حَتّٰى يَنْزِلَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، فَيُحِبُّهُ اَهْلُ الْأَرْضِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو آواز دیتا ہے اور فرماتا ہے: میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو تم سب بھی اس سے محبت کرو، تو جبرئیل اس کا ذکر خیر حاملین عرش سے کرتے ہیں اور آسمان والے حاملین عرش کی بات سن لیتے ہیں، پھر ساتویں آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر ایک ایک آسمان تک یہ بات پہنچ جاتی ہے، یہاں تک کہ اتر کر آسمان دنیا میں پہنچ جاتی ہے، پھر زمین میں اترتی ہے، اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ (اسے ذھبی نے کتاب العرش (۲/ ۵۰) میں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اسی طرح صحیح ہے جس طرح پہلی روایت صحیح ہے، اور بخاری نے بھی اسی کے مثل اپنی صحیح کے کتاب التوحید، باب کلام الرب مع جبریل حدیث نمبر ۷۴۸۵ میں بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کتاب البر والصلۃ، باب إذا أحب اللہ عبدا حببہ إلی عبادہ ح ۲۶۳۷ میں اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی ح (۳۱۶۱) میں اسے ذکر کیا ہے)

(۱۶) معراج والی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَفَرَضَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ خَمْسِيْنَ، فَرَجَعْتُ، فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ: إِنَّ أُمَّتَکَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِکَ، وَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّيْ، فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا...

پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کر دیں، اور میں واپس آ گیا، اور میرا گزر موسیٰ کے پاس سے ہوا، تو انھوں نے فرمایا: آپ کی امت اسے پورا نہیں کر سکے گی، اور میں اپنے رب کے پاس پلٹ گیا، تو اس نے دس مجھ سے وضع کر دیں۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل (وکلم اللہ موسی تکلیما) (ح ۷۵۱۶))

(۱۷) اور بخاری ہی کی روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں

کہ: ”فَالْتَفَتَ إِلٰى جِبْرِيْلَ كَأَنَّهُ يَسْتَشِيْرُهُ فِيْ ذٰلِکَ، فَأَشَارَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَعَلَا بِهِ جِبْرِيْلُ حَتّٰى أَتَى بِهِ الْجَبَّارَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَهُوَ فِيْ مَكَانِهِ“.

(یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں رب کے پاس نماز کم کرانے کے لئے جانے کا مشورہ دیا) تو وہ جبریل کی طرف متوجہ ہوئے گویا اس سلسلے میں ان سے مشورے کے طالب ہیں تو جبریل نے مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں، پھر جبریل انہیں اوپر لے گئے یہاں تک کہ انہیں جبار (اللہ) تبارک وتعالیٰ کے پاس لے آئے اور وہ اسی جگہ پر رہے۔ (یعنی اسی جگہ پر آکر کھڑے ہوگئے جہاں پہلی بار آکر کھڑے ہوئے تھے)۔ (دیکھئے حوالہ مذکور)

(۱۸) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”... ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ...“ پھر ہمیں ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، اور جبریل نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو سوال ہوا: یہ کون ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، سوال ہوا، یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کہا گیا، انھیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں، انھیں بلایا گیا ہے، تو ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا تو دیکھا کہ ابراہیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں، اور معلوم ہوا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ نہیں آتے ہیں، پھر مجھے سدرۃ المنتہی کی طرف لے جایا گیا، تو دیکھا کہ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرف ہیں اور اس کے پھل مٹکوں کی مانند ہیں، فرمایا: جب اس پر اللہ کے حکم سے جو کچھ چھانا تھا چھا گیا تو پھر اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن کا حال بیان نہیں کر سکتا ہے، پھر اللہ نے میری طرف جو وحی کرنی تھی کر دی، اور مجھ پر ہر شب وروز میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، تو میں موسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اتر آیا، اور انھوں نے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، انھوں نے فرمایا: اپنے رب کی طرف واپس جایئے اور تخفیف طلب کیجئے، آپ کی امت اسے انجام نہیں دے سکے گی... الحدیث۔

اس کے بعد بار بار اپنے رب کے پاس جانے اور اتر کر موسیٰ علیہ السلام کی طرف آنے کا ذکر ہے یہاں تک کہ وہ پانچ نمازیں ہوگئیں۔ (دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب (۷۴) الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات (۱/۱۴۸)(ح۲۶۹))

❖ اگر اللہ تعالیٰ یہیں زمین پر ہوتا یا ہر جگہ ہوتا تو پھر آسمان پر معراج کرانے اور وہاں رب سے ملاقات کرانے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے اوپر رب کے پاس جانے اور وہاں سے اتر کر نیچے آنے پھر اوپر جانے پھر نیچے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے موٹی سی موٹی عقل والا بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے، ہاں جس کی بصیرت مر چکی ہو اور مت ماری گئی ہو تو اس کی بات الگ ہے۔

(۱۹) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا“۔ یقیناً تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیادار ہے، کرم والا ہے، اپنے بندے سے جب وہ اس کی طرف اپنے ہاتھوں کو اٹھالیتا ہے اس بات سے شرماتا ہے کہ اس کے

ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔ (ابوداؤد، باب الدعا، ح (۱۴۸۸)، ابن ماجہ، باب رفع الیدین فی الدعاء، ح (۳۸۶۵) ان کے علاوہ ابن حبان، بیہقی، شہاب قضاعی، ابویعلی موصلی وغیرہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے اور حدیث صحیح ہے)۔

اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے ہاتھوں کو رب کی طرف اٹھاتا ہے۔

(۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسَ ذِكْرٍ جَلَسُوْا مَعَهُمْ، فَإِذَا تَفَرَّقُوْا صَعَدُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ".

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسوں کی جستجو میں رہتے ہیں، اور جب انہیں ذکر کی کوئی مجلس مل جاتی ہے تو وہ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، پھر جب وہ منتشر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ (مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل مجالس الذکر، ح (۲۶۸۹) کتاب العرش للذھبی: ۲/۱۷)

(۲۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا قَضَى الْخَلْقَ، كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ : "إِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ".

جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق (پیدا کرنے) کا فیصلہ کیا تو اپنے پاس اپنے عرش کے اوپر لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جائے گی۔ (بخاری کتاب التوحید، باب (۱۵) ح (۷۴۰۴) (۷۴۲۲) وغیرہ، مسلم، التوبۃ باب سعۃ رحمۃ اللہ (۸/۹۵))

اور امام احمد نے اسے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کا فیصلہ کیا تو اس نے اپنی کتاب میں لکھ دیا، اور وہ اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ (سند احمد ط. الرسالہ ح (۷۵۰۰))

(۲۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں: "لَمَّا بَلَغَ أَبَاذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ لِأَخِيْهِ: "اِرْكَبْ إِلٰى هَذَا الْوَادِيْ فَاعْلَمْ لِيْ عِلْمَ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ يَأْتِيْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ ائْتِنِيْ ...".

جب حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کو نبی ﷺ کی بعثت کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ اس وادی کی طرف سوار ہو کر جاؤ اور میرے لئے اس آدمی کے متعلق معلومات لے آؤ جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، اور اس کی باتیں سنو پھر میرے پاس آؤ... (بخاری، باب اسلام أبی ذر رضی اللہ عنہ (ح ۳۸۶۱)، مسلم باب من فضائل أبی ذر رضی اللہ عنہ (۱۳۳))

(۲۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَطَرٌ، قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبَهُ، حَتّٰى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَ صَنَعْتَ هَذَا قَالَ: "لِأَنَّهُ حَدِيْثُ عَهَدٍ بِرَبِّهِ".

اس حال میں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم پر بارش گرنے لگی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا کپڑا اتار لیا یہاں تک کہ بارش نے انہیں بھگا دیا، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے

رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''اس لئے کہ یہ ابھی نئی نئی اپنے رب تعالیٰ کے پاس سے آئی ہے''۔ (مسلم باب رفع الیدین فی الاستسقاء (ح ۱۳)، ابوداؤد، باب ماجاء فی المطر (ح ۵۱۰۰)، مسند احمد (ح ۱۲۳۶۵))

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَامِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ، إِلَّا الَّذِيْ كَانَ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا، حَتّٰى يَرْضَىٰ عَنْهَا''.

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو کوئی بھی آدمی اپنی بیوی کو اس کے بستر کی طرف (ہمبستری کے لئے) بلاتا ہے، اور وہ اس کی بات نہیں مانتی ہے، تو وہ جو آسمان میں ہے اس پر ناراض ہوجاتا ہے یہاں تک کہ وہ (یعنی شوہر) اس سے راضی ہوجائے۔ (مسلم، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا (ح ۱۲۱-(۱۴۳۶))، احمد (ح ۹۶۷۱))

(۲۵) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ: "فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلٰى السَّمَاءِ ... فَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ''.

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا...اور فرمایا: اے اللہ! تو اسے کھلا جس نے مجھے کھلایا اور اسے پلا جس نے مجھے پلایا۔ (مسلم، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ ۱۷۴-(۲۰۵۵))

(۲۶) حضرت عبداللہ بن سائب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زوال آفتاب کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور فرمایا کہ: "إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ أُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ''.

بیشک یہ ایک ایسی گھڑی ہے جبکہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور میں چاہتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل صالح (نیک کام) اوپر چڑھ جائے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی الصلاۃ عند الزوال (ح ۴۷۸) احمد، ابن شیبہ، طبرانی اور بغوی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَانُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِيْ الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِيْ السَّمَاءِ...''.

رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، وہ تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی رحمۃ المسلمین (ح ۱۹۲۴)، بیہقی نے بھی اسے متعدد کتابوں میں روایت کیا اور حدیث صحیح ہے)

(۲۸) عن اسامة بن زيد رضى الله عنه قال:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نہیں دیکھتا کہ آپ کسی مہینے میں ایسے روزے رکھتے ہوں جیسے کہ شعبان کے مہینے میں رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ رجب و رمضان کے درمیان ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل رہتے ہیں اور یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ (نسائی، ح ۲۳۵۷، احمد ح ۲۱۷۵۳)

(ان شاءاللہ جاری ہے)

❖ ❖ ❖

بحث وتحقیق

(قسط 2)

امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ

کفایت اللہ سنابلی

گزشتہ سطور میں ان اعتراضات کے جوابات دئے جاچکے ہیں جن میں صحیح بخاری کے رجال پر الزامات لگائے گئے تھے اس کے بعد معترض نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراضات کئے ہیں جس کے جوابات پیش خدمت ہیں:

☆اعتراض:

اب آپ بخاری شریف میں جو غلطیاں ہیں وہ ملاحظہ فرماویں: امام بخاری نے حضرت انسؓ کے قول کو حدیث رسول ﷺ بنا کر پیش کیا۔ بخاری ج ۱ ص ۲۹۳، مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۹

☆جواب:

معترض کا یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔ نہ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسی کوئی غلطی کی ہے اور نہ ہی مقدمہ فتح الباری میں ایسی کوئی بات ہے۔

سب سے پہلے صحیح بخاری سے متعلقہ حدیث ملاحظہ ہو:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حدثنا عبد الله بن يوسف: أخبرنا مالك، عن حميد، عن أنس بن مالك رضي الله عنه، أن رسول الله ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى تزهي، فقيل له: وما تزهي؟ قال: حتى تحمر. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أرأيت إذا منع الله الثمرة، بم يأخذ أحدكم مال أخيه.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو زہو سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کہ زہو کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہی بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آ جائے، تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لوگے؟ (صحیح البخاری 3/ 77 رقم 2198)

اس حدیث میں جو بات ہے اسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مکمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

لیکن معترض کا اعتراض ہے کہ اس حدیث کا آخری حصہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں بلکہ انس رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے غلطی کی اور انس رضی اللہ عنہ کے قول کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بنا دیا۔

عرض ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنے استاذ کے واسطہ سے امام مالک کی سند سے روایت کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مؤطا میں یہ حدیث اسی طرح مرفوعا درج کی ہے ملاحظہ ہو:

مؤطا مالک کے الفاظ ہیں:

عن حميد الطويل، عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: نهى عن بيع الثمار حتى تزهي، فقيل

له: يارسول الله وما تزهي؟ فقال: حين تحمر، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أرأيت إذا منع الله الثمرة فبم يأخذ أحدكم مال أخيه؟

امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو زہو سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ تو کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زہو کسے کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہی بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آجائے، تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لوگے؟ (موطأ مالک ت عبدالباقی: 618 /2)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ امام مالک کی کتاب مؤطا میں بھی یہ حدیث اسی سند و متن کے ساتھ مرفوعا موجود ہے۔

یعنی امام مالک رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق بھی اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

یہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اس حدیث میں مذکور بات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی غلطی سے حدیث رسول ہرگز نہیں بنایا بلکہ یہ حدیث پہلے سے ہی اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کی ہے جیسا کہ مؤطا کا حوالہ گذرا اور امام مالک ہی کے واسطہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے صحیح بخاری میں درج کیا ہے۔

اب اگر اس حدیث میں مذکور بات صرف انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے نہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تو احناف کے اصول سے یہ غلطی امام بخاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ امام مالک رحمہ اللہ کی ہے جو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں۔

اب احناف بتلائیں کہ اگر صحیح بخاری میں منقول اس حدیث میں مرفوع کی صراحت امام بخاری کی طرف سے ہے تو امام بخاری سے پہلے یہ حدیث مرفوع کی صراحت ہی کے ساتھ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب مؤطا میں درج کی ہے تو امام بخاری سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ غلطی کی ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے تو حدیث کو ویسے ہی درج کیا ہے جیسے انہوں نے امام مالک کے طریق سے سنا ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض اس میں غلطی ہے تو یہ غلطی امام بخاری کی نہیں بلکہ امام مالک کی ہے۔

اب احناف جرات کریں اور کہیں کہ یہ غلطی امام مالک کی ہے۔

واضح رہے کہ یہ غلطی امام مالک رحمہ اللہ کی بھی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث اسی طرح ثابت ہے جس طرح امام مالک نے روایت کیا اور امام مالک کے طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں امام مالک نے بھی غلطی نہیں کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ کئی رواۃ نے امام مالک کی متابعت بھی کی ہے چنانچہ:

سلیمان بن بلال کی متابعت:

أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الإسفرائيني (المتوفى 316) نے کہا:

حدثنا محمد بن معاذ بن يوسف المروزي، وسألته، قال: حدثنا خالد بن مخلد، قال: حدثنا سليمان بن بلال، قال: حدثني حميد الطويل، عن أنس بن مالك، أن النبي ﷺ "نهى عن بيع ثمر النخل حتى يزهو" فقيل: يا رسول الله، وما يزهو؟ "حتى تحمار، أو تصفار" قال:

وقال" :أرأيت إن منع الله الثمرة, بم تستحل مال أخيك؟." (مستخرج ابی عوانہ ۳/ ۳۴۴ واسنادہ حسن)

یحیی بن ایوب کی متابعت:

أبو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی 321) نے کہا:

حدثنا فهد، قال: ثنا عبد الله بن صالح، قال: حدثني الليث، قال: حدثني يحيى بن أيوب، عن حميد الطويل، عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "لا تتبايعوا الثمار حتى تزهو. قلنا يا رسول الله: وما تزهو؟ قال تحمر أو تصفر ,أرأيت إن منع الله الثمرة؟ بم يستحل أحدكم مال أخيه" (شرح معانی الآثار 24 /4 واسنادہ حسن)

یہ آخری متابعت احناف کے محدث امام طحاوی نے روایت کی ہے اب اگر یہ غلط ہے تو کیا احناف یہ اعلان کرنے کے لئے تیار ہیں ہیں کہ ان کے محدث امام طحاوی نے بھی انس رضی اللہ عنہ کے قول کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بنا دیا؟

الغرض یہ کہ مذکورۃ حدیث میں نہ امام بخاری نے غلطی کی ہے اور نہ ہی امام مالک نے بلکہ یہ حدیث اسی طرح مرفوعا ثابت ہے۔

رہی بات یہ کہ بعض روایات میں اس حدیث کا آخری ٹکڑا انس رضی اللہ عنہ سے موقوفا مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ بات موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح ثابت ہے۔ کیونکہ رفع والی روایت بھی امام مالک کے ساتھ کئی رواۃ نے بیان کی ہے کما مضیٰ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت وليس في جميع ما تقدم ما يمنع أن يكون التفسير مرفوعا لأن مع الذي رفعه زيادة على ما عند الذي وقفه وليس في رواية الذي وقفه ما ينفي قول من رفعه

میں کہتا ہوں کہ ماقبل میں ذکر کردہ باتیں اس بات سے مانع نہیں ہیں کہ یہ تفسیر مرفوعا بھی ثابت ہو کیونکہ جس نے مرفوعا بیان کیا ہے اس کے پاس ایسی اضافی چیز ہے جو موقوف بیان کرنے والے کے پاس نہیں ہے۔ اور موقوف روایت میں مرفوع روایت کے منافی کوئی بات نہیں ہے۔ (فتح الباری لابن حجر 399 /4)

☆اعتراض:

امام بخاری نے غلطی سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ایک مشہور واقعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا۔ بخاری ج ۲ ص ۷۹۳

☆جواب:

یہ واقعہ اسی طرح صرف امام بخاری نے ہی نہیں روایت کیا ہے بلکہ امام مسلم، اور مختصر السنن اربعہ کے مصنفین نے بھی روایت کیا ہے یعنی یہ واقعہ اسی طرح کتب ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

اب اگر یہ غلط ہے تو معترض صرف امام بخاری رحمہ اللہ پر کیوں برس رہا ہے اسے چاہئے وہ اعلان کرتا پھرے کہ یہ واقعہ بیان کرنے میں کتب ستہ کے ہر مصنف نے غلطی کی ہے!

حقیقت یہ ہے کہ یہ غلطی نہ امام بخاری کی ہے نہ ہی کتب ستہ کے دوسرے مصنفین کی بلکہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں، حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ پہلے ہوا ہے اس وقت کسی آیت کے نزول کا ذکر نہیں ہے جبکہ زینب رضی اللہ عنہا والا واقعہ بعد میں ہوا ہے اور اسی واقعہ کے وقت سورۃ التحریم کی آیت نازل ہوئی یعنی یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں جنہیں معترض نے ایک واقعہ سمجھ کر دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتلا دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں یہی وضاحت کی ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں دیکھئے :(فتح الباری لابن حجر 376 /9)

اورامام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں واقعات کوالگ الگ تسلیم کیا ہے دیکھئے (تفسیر ابن کثیر/دارطیبۃ 162 /8)

بلکہ احناف کے علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی بخاری کی شرح میں ان دونوں واقعات کوالگ الگ تسلیم کیا ہے۔دیکھئے: (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 244 /20)

خلاصہ یہ کہ یہ دوالگ الگ واقعات ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کوایک سمجھ کر بخاری کی روایت پر اعتراض باطل ہے اور یہ واضح رہے کہ یہی حدیث کتب ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

☆اعتراض:

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نام سے روایت کی۔بخاری ج ۲ ص ۴۸۹۔بخاری ج ۲ ص ۷

☆جواب:

صحیح بخاری میں ہے:

حدثنا محمد بن كثير، أخبرنا إسرائيل، أخبرنا عثمان بن المغيرة، عن مجاهد، عن ابن عمر رضى الله عنهما، قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: رأيت عيسى وموسى وإبراهيم، فأما عيسى فأحمر جعد عريض الصدر، وأما موسى، فآدم جسيم سبط كأنه من رجال الزط۔

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کواسرائیل نے خبر دی، کہا ہم کو عثمان بن مغیرہ نے خبر دی، انہیں مجاہد نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھونگھریالے بال والے اور چوڑے سینے والے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندم گوں دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے کوئی قبیلہ زط کا آدمی ہو۔(صحیح البخاری 166 /4)

صحیح بخاری میں یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے درج ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لیکن صحیح بخاری کے نسخہ میں یہ غلطی امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ اس نسخہ کے راوی یا ناسخ کی طرف سے ہے۔

امام ابوذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقال كذا وقع فى جميع الروايات المسموعة عن الفربرى مجاهد عن بن عمر قال ولا أدرى أهكذا حدث به البخارى أو غلط فيه الفربرى

فربری کی مسموعات میں یہ روایت مجاہد عن ابن عمر ہی کے الفاظ میں ہے اور میں نہیں جانتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان کیا ہے یا یہ غلطی صحیح بخاری کے نسخہ کو نقل کرنے والے فربری سے ہوئی ہے۔(فتح الباری لابن حجر 485 /6)

غور کریں اس کتاب کے راوی امام ابوذر رحمہ اللہ بھی اسے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی ماننے میں متردد ہیں اور یہ امکان بتلا رہے ہیں کہ یہ غلطی امام فربری سے بھی ہوسکتی ہے۔

عرض ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ غلطی امام بخاری کی نہیں بلکہ صحیح بخاری کے نسخہ کے راوی کی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد کے طریق معنوی طور پر یہی حدیث دوسرے مقام پر روایت کی ہے اور وہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی کا ذکر ہے چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حدثنا محمد بن المثنى، قال: حدثني ابن أبي عدي، عن ابن عون، عن مجاهد، قال: كنا عند ابن عباس رضي الله عنهما، فذكروا الدجال أنه قال: مكتوب بين عينيه كافر، فقال ابن عباس: لم أسمعه ولكنه قال: أما موسى كأني أنظر إليه إذ انحدر في الوادي يلبي (صحیح البخاری/ 2 139)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے یہ غلطی بہت بعید ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک اور دلیل سے بھی واضح کیا ہے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی نہیں ہوسکتی چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم رأيته في مستخرج الإسماعيلي من طريق أبي أحمد الزبيري عن إسرائيل وقال فيه عن بن عباس ولم يتعقبه كعادته واستدللت بذلك على أن الوهم فيه من غير البخاري والله أعلم

پھر میں نے مستخرج اسماعیلی میں ابواحمد الزبیری عن اسرائیل کے طریق سے یہی روایت دیکھی اس میں عن ابن عباس ہی ہے اور یہاں پر امام اسماعیلی نے اپنی عادت کے مطابق کوئی تعاقب نہیں کیا ہے اس سے میرا استدلال یہ ہے کہ اس روایت میں وہم امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہے۔(مقدمۃ فتح الباری لابن حجر: ص:366)

خلاصہ یہ کہ صحیح بخاری میں یہ غلطی امام بخاری کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ان کی کتاب نقل کرنے والے کی طرف سے ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

بھلا بتلائے کہ ایک مصنف کی کتاب کی بات نقل کرنے والے یا اسے لکھنے والے کاتب یا ٹائپنگ کرنے والے سے کوئی غلطی ہوجائے تو کیا اسے اصل مصنف کی غلطی مانا جائے گا؟

نیز یہ غلطی بھی کوئی ایسی غلطی نہیں ہے جس سے اصل حدیث پر کوئی فرق پڑ رہا ہو لیکن معترض نے یہ اعتراض تبلیغیوں کی کتاب فضائل اعمال پر اعتراض کے جواب میں اٹھایا ہے۔ بھلا بتلائے کہ فضایل اعمال میں جھوٹی اور من گھڑت باتوں کا ہونا اور صحیح بخاری کی کسی سند کے ایک راوی کا نام لکھنے میں غلطی ہوجانا ان دونوں میں کیا مناسبت ہے؟ اللہ رب العالمین سمجھ و ہدایت عطاء فرمائے آمین۔

☆اعتراض:

امام بخاری نے مدینہ کے ایک مشہور واقعہ کو مکہ کا واقعہ قرار دیا۔ بخاری ج ۲ ص ۱۳۹

☆جواب:

ہم نے اس روایت کے سلسلے میں پوری بحث اپنی کتاب حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 83 تا ص 95 پر کی ہے تفصیل کے لئے اس کی طرف مراجعت کی جائے ذیل میں مختصرا جواب پیش خدمت ہے:

صحیح بخاری میں یہ روایت مسند نہیں بلکہ تعلیقا ہے۔ ملاحظہ ہو:

وزاد أسباط، عن منصور، فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسقوا الغيث، فأطبقت عليهم سبعا، وشكا الناس كثرة المطر، قال: اللهم حوالينا ولا علينا فانحدرت السحابة عن رأسه، فسقوا الناس حولهم (صحیح البخاری30 /2)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی مکمل سند کے ساتھ ذکر نہیں کیا ہے بلکہ تعلیقا ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح کی روایات امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری کا اصل حصہ نہیں ہوتی ہیں۔ اس بارے میں مفصل معلومات کے لئے دیکھئے

میری کتاب : حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص: 85 تا 89۔
اور صحیح بخاری میں جو روایات سند کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ تعلیقا ہیں چونکہ وہ کتاب صحیح بخاری کا اصل حصہ نہیں ہیں اس لئے وہ صحیح بھی ہوسکتی ہیں اور ضعیف بھی ۔اس لئے اگر ان میں سے کوئی روایت ضعیف ہوتو اس کے ذمہ دار امام بخاری رحمہ اللہ نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے معلق روایات کی صحت کا دعوی نہیں کیا ہے۔
معترض نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے جس طرح بیان کیا ہے اسی طرح وہ روایت دوسری کتب میں سند کے ساتھ موجود ہے چنانچہ :
امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) نے کہا:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ حدثنا أبو العباس : محمد بن يعقوب حدثنا محمد بن عبيد بن عتبة حدثنا علي بن ثابت أخبرنا أسباط بن نصر عن منصور عن أبي الضحى عن مسروق عن ابن مسعود قال: لما رأى رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- من الناس إدبارا قال: اللهم سبع كسبع يوسف . فأخذتهم سنة حتى أكلوا الميتة والجلود والعظام فجاءه أبو سفيان وناس من أهل مكة فقالوا : يا محمد إنك تزعم أنك بعثت رحمة وإن قومك قد هلكوا فادع الله لهم فدعا رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- فسقوا الغيث فأطبقت عليهم سبعا وشكى الناس كثرة المطر فقال : اللهم حوالينا ولا علينا . فانحدرت السحابة عن رأسه قال فأسقى الناس حولهم (السنن الکبری للبیہقی ، ط الہند: 352/3)

غور فرمایئے اسباط بن نصر کی جس روایت کو جن الفاظ کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے درج کیا ہے یہ روایت ٹھیک انہیں الفاظ کے ساتھ اسباط بن نصر ہی کے طریق سے سنن بیہقی میں موجود ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے بلکہ اسے اسباط بن نصر نے ایسے ہی بیان کیا ہے اور ان کی بیان کردہ بات کو اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کر دیا ہے۔
اب اگر اس روایت میں کوئی غلطی ہے تو وہ اسباط بن نصر کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی نہیں ۔اس لئے معترض کو چاہئے کہ دوسرے راوی کی غلطی کو امام بخاری رحمہ اللہ کے سر نہ ڈالے۔
اگر کسی راوی کی غلط روایت کو نقل کرنے ولا بھی غلط کہلاتا ہے تو پھر صحیحین کے علاوہ حدیث کی تمام کتب میں ضعیف وغلط روایات موجود ہیں تو کیا یہ غلطی ان کی مصنفین کی بھی مانی جائے گی؟
بہرحال یہ غلطی امام بخاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ اسباط بن نصر کی ہے اس لئے اسے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی بتلانا بہت بڑا ظلم ہے۔
نیز یہاں بھی یہ بات واضح رہے کہ اسباط بن نصر سے بھی جو غلطی ہوئی ہے وہ صرف جائے واقعہ بتلانے میں ہوئی ہے اصل واقعہ میں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔
اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ اسباط بن نصر سے بھی غلطی نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ دو واقعہ جو دو مقامات پر ہوا ہے۔
صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتح الباری لابن حجر 512 /2)۔
نیز دیکھئے میری کتاب : حدیث یزید محدثین کی نظر میں : ص 92 تا 95۔

☆اعتراض:

امام بخاری نے ام رومان کو مسروق کا استاد بنا دیا جب کہ وہ

مسروق کے آنے سے کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔ (بخاری ج ا ص ۴۷۹)

☆ **جواب:**

سب سے پہلے بخاری کی یہ روایت دیکھیں،

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حدثنا محمد بن سلام، أخبرنا ابن فضيل، حدثنا حصين، عن شقيق، عن مسروق، قال: سألت أم رومان، وهي أم عائشة، عما قيل فيها ما قيل، قالت: بينما أنا مع عائشة جالستان، إذ ولجت علينا امرأة من الأنصار، وهي تقول: فعل الله بفلان وفعل، قالت: فقلت: لم؟ قالت: إنه نمى ذكر الحديث، فقالت عائشة: أي حديث؟ فأخبرتها. قالت: فسمعه أبو بكر ورسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: نعم، فخرت مغشيا عليها، فما أفاقت إلا وعليها حمى بنافض، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ما لهذه قلت: حمى أخذتها من أجل حديث تحدث به، فقعدت فقالت: والله لئن حلفت لا تصدقوني، ولئن اعتذرت لا تعذروني، فمثلي ومثلكم كمثل يعقوب وبنيه، فالله المستعان على ما تصفون، فانصرف النبي صلى الله عليه وسلم، فأنزل الله ما أنزل، فأخبرها، فقالت: بحمد الله لا بحمد أحد۔

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا کہا ہم کو محمد بن فضیل نے خبر دی کہا ہم سے حصین نے بیان کیا ان سے سفیان نے ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بہتان تراشا گیا تھا اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاریہ عورت ہمارے یہاں آئی اور کہا کہ اللہ فلاں (مسطح بن اثاثہ) کو تباہ کر دے اور وہ اسے تباہ کر بھی چکا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی نے تو یہ جھوٹ مشہور کیا ہے۔ پھر انصاریہ عورت نے (عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا سارا) واقعہ بیان کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی والدہ سے) پوچھا کہ کون سا واقعہ؟ تو ان کی والدہ نے انہیں واقعہ کی تفصیل بتائی۔ عائشہ نے پوچھا کہ کیا یہ قصہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم ہو گیا ہے؟ ان کی والدہ نے بتایا کہ ہاں۔ یہ سنتے ہی عائشہ رضی اللہ عنہا بیہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ہوش آیا تو جاڑے کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ انہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ایک بات ان سے ایسی کہی گئی تھی اور اسی کے صدمے سے ان کو بخار آ گیا ہے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھاؤں جب بھی آپ لوگ میری بات نہیں مان سکتے اور اگر کوئی عذر بیان کروں تو اسے بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ بس میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی سی ہے (کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی من گھڑت کہانی سن کر فرمایا تھا کہ) جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر اللہ ہی کی مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ نازل فرمایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لیے میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کسی اور کا نہیں۔ (صحیح البخاری 4/150)

اس حدیث کی سند میں ہے کہ مسروق نے ام رومان سے سوال کیا ہے معترض کو اس پر اعتراض یہ ہے کہ مسروق یہاں ام رومان سے کیسے سوال کر سکتے ہیں جبکہ وہ ام رومان کی وفات کے

بعد پیدا ہوئے ہیں یعنی ام رومان کے وہ شاگرد ہی نہیں ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اگر اس سند میں مسروق کا ام رومان کا شاگرد ہونا خلاف واقعہ ہو تو معترض اس بات کی صحیح دلیل پیش کرے کہ مسروق کی پیدائش ام رومان کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔

معترض نے جھوٹا دعوی پیش کر کے ایک سچی بات کو غلط کہنے کی جرات کی ہے اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

دراصل واقدی کذاب وغیرہ نے پتہ کہاں سے یہ بے سر پیر کی بات اڑا دی ہے کی ام رومان کا انتقال اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں ہی ہو گیا تھا۔ اسی کذاب وغیرہ کی بات کو بنیاد بنا کر معترض نے اتنا بڑا دعوی کر دیا کہ مسروق کی پیدائش ام رومان کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔

عرض ہے کہ اس طرح کی بات واقدی وغیرہ نے کہی ہے اور واقدی کذاب ہے جیسا کہ مکمل تفصیل میں نے اپنی کتاب یزید بن معاویہ میں پیش کی ہے۔

اس لئے اس واقدی کذاب وغیرہ کی یہ بات سرے سے ہی غلط ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ بعض لوگوں نے ام رومان کی وفات مسروق کی پیدائش سے پہلے بتائی ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مردود قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی رجال والی کتاب میں فرماتے ہیں:

وروى علي بن زيد عن القاسم ماتت أم رومان زمن النبي ﷺ وفيه نظر وحديث مسروق أسند۔

اور علی بن زید نے قاسم سے نقل کیا کہ ام رومان اللہ کے نبی ﷺ کے زمانہ میں وفات پا گئیں۔ اور اس کی بات محل نظر (یعنی غلط) ہے۔ اور مسروق کی حدیث متصل ہے۔ (التاریخ الأوسط للبخاری 38/1 :)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جس روایت کو غلط کہا ہے اسے بیان کرنے والا علی بن زید ہے یہ بھی ضعیف و مجروح راوی ہے جیسا کہ میری کتاب یزید بن معاویہ میں تفصیل موجود ہے۔

الغرض یہ کہ یہ بنیاد ہی جھوٹی ہے کہ ام رومان کی وفات مسروق کی پیدائش سے پہلے ہوئی ہے اس لئے جھوٹی بات کو بنیاد بنا کر صحیح بخاری کی متصل اور مصرح بالسماع روایت پر کلام کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔

حیرت کی بات ہے معترض نے صحیح بخاری کی اس حدیث کے لئے صحیح بخاری کے جس درسی نسخہ کا حوالہ دیا ہے اسی نسخہ میں جہاں یہ حدیث ہے وہاں ام رومان نام پر حاشیہ نمبر 8 ڈال کر خود حنفی عالم نے یہ وضاحت کر رکھی ہے کہ یہاں یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ مسروق نے ام رومان سے نہیں سنا۔ چناں چہ حنفی عالم نے حاشیہ میں خود اس اعتراض کو غلط قرار دینے کے بعد لکھا:

فالحديث متصل وهو الراجح

یعنی یہ حدیث متصل ہے یہی راجح ہے۔ دیکھئے: صحیح بخاری درسی نسخہ ص 479۔

افسوس ہے کہ معترض نے یہ اعتراض جڑ کر صحیح بخاری کے اس صفحہ کا حوالہ جڑ دیا لیکن اسی صفحہ پر اسی کے عالم نے اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے اس سے آنکھیں بند کر لیں۔

یہ تھے وہ اعتراضات جن میں معترض نے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان اعتراضات میں کوئی ایک اعتراض بھی درست نہیں ہے اور سچائی یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان مقامات پر کوئی غلطی نہیں کی بلکہ جاہل معترض نے صرف اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

❖ ❖ ❖

گوشۂ خواتین

حضرت هاجره ایک مثالی خاتون

ابو ابراہیم کمال الدین سنابلی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

میں اس خاتون کا ذکر کرنے لگا ہوں جس کی اداؤں اور وفاؤں کو رب نے حج وعمرہ کا حصہ بنا دیا، حجاج ومعتمرین جس کے چلنے اور دوڑنے کی یاد کو آج بھی تازہ کرتے ہیں۔ (بخاری حدیث نمبر: ۳۳۶۴)۔ جس کی اپنے بچے کے لئے سچی لگن اور تڑپ کو دیکھ کر قادر مطلق اللہ نے ایسا چشمہ جاری فرمایا کہ اس سے آج بھی حجاج وغیر حجاج سب کے سب سیراب ہوتے ہیں۔ جو عظیم المرتبت، موحدِ اعظم ایک باحوصلہ نبی کی بیوی تھیں اور ایک مطیع وفرمانبردار صابر وشاکر نبی کی ماں، جن کی نسل سے آخری رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ہاجرہ!

جی ہاں! حضرت ہاجرہ ہی وہ خاتون ہیں جن کو مذکورہ تمام شرف حاصل ہیں۔

ناگفتہ بہ حالات سے میسر ہوئیں ہاجرہ :

کبھی کبھی حالات بظاہر ہمارے خلاف ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے ہم اپنے قلوب واذہان میں بے چینی وبے قراری محسوس کرتے ہیں لیکن اللہ حکیم کی کوئی حکمتِ بالغہ انھیں ناگفتہ بہ حالات میں مضمر ہوتی ہے، جسے اس وقت ہم نہیں جانتے لیکن اللہ علیم وخبیر جانتا ہے، اس کی عطا کی کوئی حد نہیں۔ وہ جب اور جن حالات میں چاہے آپ پر اپنی رحمت برسا دے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں، پیمبری ہوجائے

(یہ شعر نواب امین الدولہ مہر کا ہے اور انھوں نے اسی طرح کہا ہے لیکن عوام میں اس کا دوسرا مصرع اس طرح مشہور ہے: ''کہ آگ لینے کو جائیں، پیمبری مل جائے'')

حضرت ابراہیم وسارہ (حضرت ابراہیم کی پہلی بیوی) کیلئے حضرت ہاجرہ جیسی نیک خاتون کو پانے کا ذریعہ اللہ نے کن مشکل اور ناگفتہ بہ حالات کو بنایا اس کا اندازہ آپ ایک حدیث سے لگائیے، حدیث کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام (اپنی بیوی) سارہ کے ساتھ (مصر کے) ایک ظالم بادشاہ کے پاس پہونچے، بادشاہ کو کسی نے (حضرت سارہ کے متعلق) اطلاع دی کہ (آپ کے علاقے میں) ایک بہت ہی حسین وخوبصورت عورت آئی ہوئی ہے جو آپ کے سوا کسی کے لائق نہیں، بادشاہ نے ان کو بلانے کیلئے ایک شخص کو بھیجا، اس نے حضرت ابراہیم سے پوچھا یہ تمہاری کون ہیں؟ حضرت ابراہیم نے (بادشاہ کے مکر سے بچنے کیلئے) کہا: یہ

میری بہن ہیں، پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کو بھی سمجھا دیا کہ ایسا میں نے اس لئے کہہ دیا ہے کیونکہ میرے علم کے مطابق اسوقت یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مسلمان نہیں، لہٰذا تم میری اسلامی بہن ہوئیں، بہرحال ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو اپنے پاس بلایا اور بدنیتی سے دست درازی کرنی چاہی لیکن فوراً اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوگیا اور حضرت سارہ سے دعا کی درخواست کی، سارہ نے دعا کی جس کیوجہ سے وہ ٹھیک ہوگیا لیکن بدبخت ہوس کے پجاری نے ٹھیک ہوتے ہی پھر دست درازی کرنی چاہی اور اس بار پہلے سے سخت عذاب میں گرفتار ہوا اور پھر حضرت سارہ سے دعا کی درخواست کرنے لگا جس پر حضرت سارہ نے دعا کردی (مسلم کی حدیث کے مطابق) پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا۔ اور بالآخر ہار کر کہنے لگا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ شیطان کو لائے ہو، جاؤ اسے آزاد کردو اور اس کی خدمت کے لئے ہاجرہ کو بھی اس کے ہمراہ کردو (بخاری حدیث ۳۳۵۸، مسلم حدیث ۶۰۴۰)

اس طرح حضرت ہاجرہ بھی ان دونوں کے ساتھ نکل گئیں۔ پھر حضرت سارہ کی طلب پر ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کرلیا اور نہایت ہی عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ سے دعا کی: (رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ) (الصافات: ۱۰۰) ''اے میرے رب مجھے نیک اولاد عطا فرما''۔ (غور کیجئے! حضرت ابراہیم کو اولاد کی چاہت ہوئی تو اپنی اس چاہت کی تکمیل کیلئے کسے پکارا؟ کس در پہ گئے؟ کہاں حاضری دی؟ پورے اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اللہ سے فریادرسی کی کہ اس کے سوا اولاد عطا کرنے والا کوئی نہیں)

دل سے جو بات نکلتی ہے...

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پورے خلوص وانہماک کے ساتھ اپنے رب سے اولاد طلب کی، پوری دنیا کو نوازنے والا رب اپنے خلیل کو کیسے مایوس کرسکتا تھا، دعا قبول ہوئی اور حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل جیسے پیارے بچے کی پیدائش ہوئی، حضرت ابراہیم کبرسنی میں اولاد کی نعمت پاکر حد درجہ خوش ہوئے لیکن ادھر مشیت الٰہی حضرت ابراہیم سمیت حضرت ہاجرہ واسماعیل کو ایک بڑی آزمائش میں مبتلا کرنے والی تھی۔

ہاجرہ واسماعیل بے آب وگیاہ وادی میں :

حضرت ابراہیم کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے نوزائیدہ بچے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ کو مکہ کے لق و دق ریگستان میں چھوڑ آئیں جو بالکل غیر آباد ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ بغیر کسی پس وپیش کے مولائے کریم وحکیم کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، بیوی اور شیرخوار بچے کو لیکر مکہ کے غیر آباد بے آب ودانہ شہر میں پہونچ جاتے ہیں، خوردونوش کا تھوڑا سا سامان ان کے ساتھ رکھ دیتے ہیں اور جیسے ہی واپسی کے لئے پلٹتے ہیں حضرت ہاجرہ تیزی سے ان کے پیچھے لگتی ہیں اور کہتی ہیں:

''ابراہیم اس بے آب وگیاہ سرزمین میں ہمیں چھوڑ کر تم کہاں جارہے ہو؟'' حضرت ابراہیم خاموش رہتے ہیں (ابراہیم علیہ السلام خاموش رہتے ہیں، اندازہ لگایئے کہ اس وقت شیرخوار بچے کے ساتھ ایک ماں کو اس سنسان علاقے میں چھوڑتے ہوئے ان کے دل پر کیا گزررہی ہوگی لیکن ''ولا نقول الاما یرضی ربنا'') یہ پھر پوچھتی ہیں: ''یا ابراهیم این تذهب وتترکنا بهذا الوادی

الذی لیس فیه انس ولا شئ'' ''ابراہیم ہمیں اس غیر آباد علاقے میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟'' (بخاری حدیث: ۳۳۶۳) لیکن ابراہیم خاموش رہے، پھر اس اللہ والی کو خیال آتا ہے کہ شاید یہ اللہ کا حکم ہو، تڑپ کر پوچھتی ہیں ''کیا اللہ کا ایسا ہی حکم ہے؟'' اس بار حضرت ابراہیم نے صرف اتنا جواب دیا ''ہاں''۔ وفا شعار اور مومنہ بیوی ہاجرہ یہ سنکر پکار اٹھتی ہیں : "اذ لا یضیعنا" ''تو پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا''۔ (بخاری حدیث: ۳۳۶۴) اور واپس اپنے بچے کے پاس آجاتی ہیں۔

حضرت ہاجرہ کی بے قراری :

حضرت ابراہیم خورد ونوش کا جو سامان دیکر گئے تھے وہ کچھ ہی عرصہ میں ختم ہو گیا، حالت یہ ہوگئی کہ پانی تک موجود نہیں، حضرت ہاجرہ کی نظر بھوک و پیاس سے بلکتے ہوئے بچے پر پڑتی ہے تو بے چین و بے قرار ہو جاتی ہیں اور دیوانہ وار صفا سے مروہ کی طرف اور مروہ سے صفا کی طرف بار بار دوڑتی ہیں، اس طرح کسی انسان اور پانی کی جستجو میں سات چکر لگ جاتے ہیں۔ (یہی وہ سات چکر ہیں جو حجاج و معتمرین صفا و مروہ کی سعی کرتے ہوئے پورے کرتے ہیں، حدیث رسول بخاری رقم: ۳۳۶۴)

رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے :

ادھر ہاجرہ کے سات چکر پورے ہوتے ہیں اُدھر رب کریم کی رحمت جوش میں آتی ہے اور ایک فرشتے کے ذریعہ اللہ اس بے آب وگیاہ مقام پر پانی کا ایک چشمہ جاری فرماتا ہے جہاں پانی ملنے کی کوئی امید نہ تھی (سچ کہا کسی عارف باللہ نے: من كان لله كان الله له) اور اس طرح حضرت ہاجرہ اپنی وفا شعاری اور خلوص کے نتیجے میں رحمتِ خداوندی کی مستحق ٹھہرتی ہیں۔

(حضرت ہاجرہ کا پورا واقعہ حدیث کے الفاظ میں پڑھنے کے لئے بخاری کی حدیث نمبر ۳۳۶۴ ملاحظہ فرمائیے)

حضرت ہاجرہ کی شخصیت میں ہمارے لئے اہم اسباق :

(۱) شوہر کی اطاعت اور وفا شعاری۔

(۲) اللہ پر مکمل اعتماد اور کامل یقین :

یہ حضرت ہاجرہ کا اللہ پر توکل اور بھروسہ ہی تھا کہ جس اللہ کے حکم پر آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں وہ ہمیں ہلاک و رسوا نہیں کرے گا، اور ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔

(۳) اولاد سے محبت :

حضرت ہاجرہ کے واقعہ میں اولاد سے والہانہ محبت کا پتہ چلتا ہے۔

(۴) اسباب کو اختیار کرنا :

حضرت ہاجرہ کے واقعے میں ہمارے لئے نصیحت ہے کہ اللہ پر کامل بھروسہ ہونے کے باوجود اسباب اختیار کرنے ہیں، اسی وجہ سے حضرت ہاجرہ نے: "اذا لا یضیعنا" جیسے اعتماد کے باوجود پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر چڑھ کر پانی تلاش کرنے کی کوشش کی۔

(۵) صبر اور حوصلہ :

حضرت ہاجرہ کے واقعہ میں ہماری اسلامی بہنوں کے لئے مشکل سے مشکل ترین حالات میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے کا اہم پیغام ہے۔

❖ ❖ ❖

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: تعویذ گنڈا لٹکانے اور پریشانی کے وقت بچوں کو اسے پہنانے کا کیا حکم ہے وضاحت کر دیں؟

جواب: یہ عمل منکر ہے چونکہ شرعا اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں لہٰذا ناجائز ہے اس بارے میں مشروع طریقہ یہ ہے کہ بچوں پر اس طرح دم کیا جائے جس طرح نبی ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو کیا کرتے تھے جس کے الفاظ یہ ہیں:''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ''(صحیح بخاری رقم:۳۳۷۱)۔

ترجمہ : میں ہر شیطان ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد سے اللہ کے تمام کلمات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔

نیز ان کے لئے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر برائی سے محفوظ فرمائے بچوں کے پاس چھری یا لوہے اور لکڑی وغیرہ کی کوئی اور چیز اس اعتقاد سے رکھنا کہ یہ انہیں جنوں سے محفوظ رکھے گی، تو ایسا کرنا منکر اور ناجائز ہے اسی طرح تعویذوں کا استعمال بھی ناجائز ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مَنْ تعلَّق تميمة فلاَ أَتمَّ اللّٰهُ لَه''(صحیح ابن حبان:۶۰۸۶)(وقال الشیخ ابن باز سندہ لاباس بہ الفوائد العلمیۃ فی الدروس البازیۃ:۱۶۵/۳)۔

ترجمہ : ''جوشخص تعویذ لٹکائے اللہ اس کا کچھ مکمل نہ کرے'' دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''مَنْ تعلَّق تميمةً فقد أَشرَكَ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔(السلسلة الصحيحة:۸۸۹/۱)۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین میں سمجھ اور اس پر استقامت عطا فرمائے اور ہم سب کو شریعت کے مخالف پر عمل کرنے سے محفوظ رکھے۔

سوال: پریشانی، مصیبت یا بیماری وغیرہ سے نجات پانے کیلئے کاہنوں اور نجومیوں کا سہارا لینا کیسا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کریں؟ نیز خون سے غسل کرنے اور علاج کرنے کا کیا حکم ہے اسے بھی واضح کریں؟

جواب : کاہنوں، نجومیوں، جادوگروں اور شعبدہ باز قسم کے لوگوں کے پاس جانا اور ان سے کسی مسئلے کا حل چاہنا ناجائز ہے اسی طرح ان سے کچھ دریافت کرنا اور ان کی تصدیق کرنا بھی ناجائز بلکہ کبیرہ گناہ ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ''(صحیح مسلم رقم:۲۲۳۰)۔

ترجمہ: ''جوشخص کسی کاہن ونجومی کے پاس آئے اس سے

کچھ پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی''۔ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

''مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فِيمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ''(صحیح الترغیب:۳۰۴۷)۔

ترجمہ: جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آئے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے شریعت محمدیہ کا انکار کیا۔

نیز فرمایا کہ:

''لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا ، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''(مسند بزار بإسناد جيد) (السلسة الصحیحۃ رقم:۲۱۹۵)۔

ترجمہ : وہ شخص ہم میں سے نہیں جو جادو کرتا ہے یا اس کے لئے جادو کیا جاتا ہے یا وہ کہانت کرتا ہے یا اس کے لئے کہانت کی جاتی ہے یا وہ بدشگونی کرتا ہے یا اس کے لئے بدشگونی لی جاتی ہے اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جاتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو اس نے شریعت محمدیہ کا انکار کیا۔

جہاں تک خون سے غسل کرنے کا تعلق ہے تو خون نجس اور حرام چیز ہے اور ناپاک چیزوں سے علاج کرنا ناجائز ہے ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً ، فَتَدَاوَوْا وَلاَ تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ''(صحیح الجامع رقم:۱۷۶۲)۔

ترجمہ: ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیماری اور علاج کو نازل فرمایا اور ہر بیماری کے لئے علاج بھی بتایا لہٰذا علاج کیا کرو اور حرام چیزوں سے علاج نہ کرو''۔آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے:

''إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ''(سنن البهيقى وابن حبان)(غایۃ المرام للالبانی وقال صحیح رقم:۶۷)۔

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں قطعاً تمہاری شفاء نہیں رکھی۔ان دلائل کی روشنی میں ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنا واجب ہے وہ آئندہ کے لئے ایسا کرنے سے باز رہیں اللہ تعالیٰ صدق دل سے توبہ کرنے والوں کو معاف فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)(النور:۳۱)

ترجمہ: اے ایمان والوں تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح ہدایت نصیب فرمائے،آمین۔

سوال : مصیبت اور پریشانی سے عاجز آ کر موت کی تمنا کرنا یا اس کی خواہش کرنا اسلامی شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیکر واضح کریں؟

جواب : کسی مصیبت کے پیش نظر موت کی آرزو کرنا رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں حرام اور منع ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:''لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا

كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْراً لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْراًلِي"(صحیح البخاری رقم:۵۶۷۱)۔

ترجمہ : تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اگر اسے ضرور ہی ایسا کرنا ہے تو یوں کہہ لے اے اللہ جب تک (تیرے علم میں) میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دینا۔

لہٰذا کسی بھی شخص کے لئے کسی مصیبت تنگی یا مشکل کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا جائز نہیں ہے ایسا شخص صبر کرے اللہ تعالیٰ سے ثواب کا طلبگار رہے اور حالات کی بہتری کے لئے اس سے امید رکھے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا"(رواه احمد) (السلسلة الصحيحة رقم:۲۳۸۲)۔

ترجمہ : جان لیجئے کہ مدد صبر کے ساتھ، غموں کی دوری مصائب کے ساتھ، اور آسانی تنگی کے ساتھ ہے۔

ہر مصیبت زدہ شخص کو یقین رکھنا چاہئے کہ مصائب اس کی گذشتہ خطاؤں کا کفارہ ہیں بندہ مومن کو جب بھی کوئی پریشانی غم واندوہ یا تکلیف وغیرہ آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیتے ہیں صبر واحتساب کے ساتھ ہی بندہ اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) (البقرة: ۱۵۵-۱۵۶)۔

ترجمہ : اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجئے وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور ہمیں اس کی طرف لوٹنا ہے چنانچہ ایسا شخص موت کو ہی اپنی جملہ مشکلات کا حل سمجھتا ہے تو میری رائے میں یہ ایک غلط سوچ ہے کیونکہ موت مشکلات وآلام کا حل نہیں بلکہ وہ شخص مرنے کے بعد اخروی عذاب سے جلد دوچار ہوگا جو زندگی بھر اپنے آپ پر زیادتی کا مرتکب ہوتا رہا اور گناہوں سے کنارہ کش نہ ہوا اور نہ ہی اپنے مالک کے حضور معافی کا خواستگار ہوا اس کے برعکس اگر وہ زندہ رہا اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ واستغفار صبر واستقامت اور مصائب کو برداشت کرنے اور آسودہ حالی کے انتظار کی توفیق بخشی تو اس میں اس کے لئے خیر کثیر موجود ہے۔

لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ صبر کا دامن تھامے استقامت کا مظاہرہ کرے اور رب العزت کی طرف سے آسودہ حالی کا انتظار کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا)(الم نشرح:۵-۶)

ترجمہ: بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(تفصیل کے لئے دیکھیں مجموع فتاویٰ ابن باز اور فتاویٰ اللجنة الدائمة)۔

❖ ❖ ❖

اخبار جمعیت و جماعت

جماعتی خبریں

ادارہ

صوبائی جمعیت کا ماہانہ اجتماع:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ دعوتی و اصلاحی اجتماع بتاریخ ۴/ستمبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء بمقام مسجد حسن رائل گارڈن کوسہ ممبرا میں زیر صدارت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) منعقد ہوا۔

تلاوت کلام پاک کے بعد تقریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ شیخ عبدالمعید مدنی رحفظہ اللہ نے بعنوان: **"خواتین کی تربیت دینی اہمیت اور طریقہ کار"** کے عنوان سے قرآن وسنت کی روشنی میں صدر اول کی خواتین اور موجودہ خواتین کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابیات احساس ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے جس طریقے سے دیگر امور کو بحسن وخوبی انجام دیتی تھیں اسی اہمیت کے پیش نظر تربیت بھی بڑے احسن انداز میں کرتی تھیں اسی طریقے سے شیخ شمیم فوزی رحفظہ اللہ نے بعنوان: **"قربانی کی حقیقت اور اہمیت"** کے موضوع پر قربانی کی تاریخ کو پیش کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو واضح کیا اور فرمایا کہ کوئی بھی قوم بغیر ایثار وقربانی کے زندہ نہیں رہ سکتی لہٰذا قربانی کی جو شرائط ہیں انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں اپنی قربانیاں کرنی چاہئیں۔ بعدہ شیخ ارشد سکراوی رحفظہ اللہ نے بعنوان: **"عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت اور طریقۂ سلف"** کے موضوع پر دلائل کی روشنی میں عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت کو واضح فرمایا اور طریقہ سلف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف تین عشروں کی بڑی قدر کیا کرتے تھے عشرۂ ذی الحجہ وعاشورہ اور رمضان کا آخری عشرہ لہٰذا ایسے سنہرے مواقع بار بار نہیں آتے، ہمیں انہیں غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکیوں کے ذخیرہ کو جمع کر لینا چاہئے۔ بعدہ شیخ کمال الدین سنابلی رحفظہ اللہ نے **"انبیاء کی دعوت میں توحید کی اہمیت"** کے عنوان سے دلائل کی روشنی میں اس بات کی وضاحت فرمائی کہ جتنے بھی انبیاء انسانیت کی رہنمائی کیلئے اس دنیا میں مبعوث ہوئے تمام کی دعوت کا نقطۂ آغاز توحید ہی تھا کیونکہ اس کے بغیر ہمارا کوئی بھی عمل اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہوسکتا اور شرک جو اس کی ضد ہے معاشرہ میں بگاڑ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جس میں کثرت سے لوگ ملوث ہیں لہٰذا شرکیہ وبدعیہ اعمال سے توبہ کرتے ہوئے ہمیں توحید جیسی عظیم نعمت کو اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن سکے۔

الحمدللہ کثیر تعداد میں عوام الناس نے علمائے کرام کے گرانقدر خطابات سے استفادہ کیا اور نظامت کی ذمہ داری شیخ محمد عاطف سنابلی رحفظہ اللہ نے بحسن وخوبی انجام دی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ پروگرام اپنے وقتِ مقررہ پر اختتام پذیر ہوا۔ جزاکم اللہ۔

وفیات

یقینا جو اس دنیا میں آیا ہے اسے اپنا وقت مقرر پورا کر کے یہاں سے رخصت ہوجانا ہے، مومن کا اصل گھر اس کا آخری گھر ہی ہوتا ہے اور وہ اس کے بنانے سنوارنے میں منہمک رہتا ہے، اور جو امور اسے آخرت میں فائدہ پہنچانے والے ہیں ان میں ایک صالح اولاد بھی ہے جن کی نیکیاں اور دعائیں اس کے نامۂ اعمال میں بیش قیمت اضافے کا باعث ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت کے ساتھ جینے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے

ازواج و ذریات کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہماری آخرت کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

اس وقت ہم بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر دے رہے ہیں کہ ہمارے جماعتی حلقے کے حسب ذیل افراد ہم سے رخصت ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کرکے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

(۱) محترم عباس علی صاحب پونا، صوم وصلاۃ کے پابند تھے، مخیر تھے، علماء سے محبت رکھتے تھے اور دینی پروگراموں میں بڑے شوق سے حاضر ہوکر علماء کے مواعظ سے مستفید ہوتے تھے ماہ رمضان کی ۲۹/ تاریخ ۱۴۳۷ھ مطابق ۵/ جولائی ۲۰۱۶ء کو ان کا انتقال ہوا اور چکلی پونا کے قبرستان میں جسے خود ان کے صاحبزادوں نے خرید کر وقف کیا ہے ان کی تدفین ہوئی۔ پس ماندگان میں اہلیہ اور متعدد لڑکے اور لڑکیاں ہیں، تمام لڑکے عبدالشکور، ذکر اللہ، محمد حبیب صاحبان، اور لڑکیاں تین ہیں، الحمدللہ دینی التزام اور رفاہی کاموں اور جماعت وملت کی مختلف شعبوں میں خدمات کے لئے مشہور ومعروف ہیں، انھوں نے پونا کے پمپری چینچوڑ علاقے میں شاندار اور بڑی مسجد تعمیر کی ہے اور المنار نامی عصری اسکول قائم کیا ہے جس میں ملت کے بے شمار بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اسی علاقے میں شعبۂ حفظ کا ایک مدرسہ بھی انہیں لوگوں نے تعمیر کرایا ہے اور اس کی کفالت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ ان کا بہترین جانشین بنائے اور انہیں ملک وملت اور جماعت کے لئے نفع بخش رکھے۔

(۲) شہاب الدین صاحب پونا کی اہلیہ محترمہ بحر النساء صاحبہ کا بتاریخ ۲۳/جولائی ۲۰۱۶ء انتقال ہوگیا ہے پس ماندگان میں شوہر کے علاوہ متعدد لڑکے اور لڑکیاں ہیں اور ان میں دینی حمیت اور محبت اور اہل علم سے تعلق نمایاں ہے، پورا گھرانہ الحمدللہ دینی اور رفاہی خدمات کے لئے مشہور ومعروف ہے اور ان میں تبارک حسین اور ذاکر حسین صاحبان بالخصوص قابل ذکر ہیں، تبارک حسین صاحب ممبئی میں ایک مسجد اور مدرسے کی خصوصی سرپرستی فرماتے ہیں اور سدھارتھ نگر ضلع کے نوگڑھ شہر میں ایک مدرسۂ نسواں کی تعمیر کے بعد اس کی کفالت بھی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترمہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ دین پر ثبات قدمی عطا فرمائے اور انہیں ملک وملت اور جماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) بدر عالم شیخ عرف بابو بھائی کی والدہ محترمہ وحید النساء صاحبہ کا بتاریخ ۱۲/اگست ۲۰۱۶ء انتقال ہوگیا ہے۔ پس ماندگان میں شوہر کے علاوہ متعدد لڑکے اور لڑکیاں ہیں جن میں الحمدللہ دین سے لگاؤ نمایاں ہے اور سبھی لوگ مخیر ہیں بالخصوص بدر عالم شیخ عرف بابو بھائی کی دینی اور جماعتی خدمات بہت نمایاں ہیں وہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی مجلس شوری اور عاملہ کے رکن بھی رہے ہیں اور ممبئی کی صوبائی جمعیت کی تشکیل جدید میں ان کی خدمات قابل قدر رہی ہیں اور مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کی تعمیر میں بھی ان کا حصہ بہت نمایاں رہا ہے اور اس وقت وہ اس کے صدر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترمہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ دین پر ثبات قدمی عطا فرمائے اور انہیں جماعت وملت اور ملک کے لئے مفید بنائے رکھے۔

(۴) مولانا انصار زبیر محمدی صاحب کے والد محترم کا بروز اتوار بتاریخ ۴/ستمبر ۲۰۱۶ء ممبئی شہر میں بھاری علالت کے بعد انتقال ہوگیا، مولانا انصار زبیر محمدی صاحب ممبئی کی جماعت اہل حدیث کے ایک معروف خطیب اور داعی ومولف ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترم کی مغفرت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ دین پر ثبات قدمی کی توفیق عطا فرمائے۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
September 2016

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com